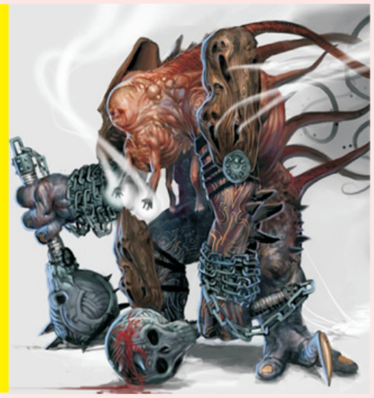


دجال کے دوست کون ؟
کتاب کا جواب



منافقینِ زمانہ

(وہابی، دیوبندی)

مُصنّف:

حامیٔ سنت، قاطع دیوبندیت

حضرت علامہ محمد ظفر قادری رضوی۔ راجوری (کشمیر)

تقدیم

خلیفۂ مفتیٔ اعظم الہند ، مُناظرِ اہلِ سُنّت

حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف" (برکاتی نوری)

ناشر:- مرکز اہلسنت برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، پوربندر (گجرات)

www.markazahlesunnat.com

ایک نظر ادھر بھی..............

''دجال کے دوست کون؟'' نامی دجل وفریب پر مشتمل کتاب کا دندان شکن جواب علامہ محمد ظفر قادری رضوی کی کتاب ''منافقین زمانہ'' (وہابی۔دیوبندی) میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا۔ گروہ وہابیہ دیوبندیہ کی بنیاد شروع سے ہی کذب بیانی اور افتراء پروری کی رہی ہے۔ دنیا بھر کے بے قصور مسلمانوں پر کفر اور شرک کے فتوے دینا ان کی خوئے بد رہی ہے لیکن وہ ہمیشہ یہی واویلا مچاتے ہیں کہ ہم کو کافر کہا جارہا ہے۔ حالانکہ بارگاہ رسالت ﷺ میں توہین آمیز کفری عقائد کی بناء پر علمائے حرمین شریفین نے ان پر کفر کا فتوٰی صادر فرمایا ہے۔ اس حقیقت کو تفصیل اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ معلوم کرنے کے لئے ضرور پڑھیں :۔

مسلمانوں کو کافر کون بناتا ہے؟

مصنف :۔ خلیفۂ مفتی اعظم ہند، مناظر اہل سنت، ماہر رضویات، علاّمہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ'' (برکاتی۔نوری) پوربندر۔(گجرات)

ناشر:۔ مرکز اہلسنت برکات رضا

www.markazahlesunnat.com

دجال کے دوست کون ؟ کتاب کا تحقیقی جواب

منافقینِ زمانہ

(وہابی ، دیوبندی)

مصنف :- حامیٔ سنت ، قاطع دیوبندیت
حضرت علامہ محمد ظفر قادری رضوی ۔ راجوری (کشمیر)

تقدیم

حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف" برکاتی ۔ نوری

ناشر :- مرکز اہلسنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ ، پوربندر (گجرات)

نام کتاب: دجال کے دوست کون؟ کا تحقیقی جواب دیو بندی وہابی۔

تصنیف: (مولانا) محمد ظفر قادری رضوی۔ خطیب جامع مسجد بدہ کنہ۔
(جنرل سیکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ (جدید) ضلع راجوری)۔

سنِ اشاعت: ۱۴۳۵ھ، ۲۰۱۴ء۔

ناشر:۔ مرکز اہلسنت برکات رضا۔ امام احمد رضا روڈ، پور بندر (گجرات)

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت: -/50 روپے

ملنے کے پتے:

۱۔ قادریہ بکڈ پو، وارڈ نمبر ۱۰، راجوری۔ (کشمیر)

۲۔ عطار کامونیکیشن، ملک مارکیٹ، راجوری۔ (کشمیر)

فہرست مضامین

انتساب

آقائے نعمت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، سیدنا امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے توسل سے حضور پُر نور، سید الافراد، قطب الارشاد، محی الدین محبوب سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی کی بارگاہِ بیکس پناہ میں، انہیں کے غلامِ غلامانِ قادریت کا پروردہ، ایک نابکار روسیہ کار بندہ، بے پناہ عقیدت ومحبت وخلوص سے اپنی اس کاوش کو، اس توقع پر نذر کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ وہ کریم ابن کریم محرومِ توجہ نہ فرمائیں گے کہ ۔

وللارض من کاس الکرام لضیبٗ

ہمارے دستِ تمنا کی لاج بھی رکھنا

تیرے فقیروں میں اے شہریار! ہم بھی ہیں

گدائے غوث ورضا

محمد ظفر قادری رضوی

دہنور لوہاراں

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

۲۲ جون ۲۰۱۴ء

تقریظِ جلیل

از

رئیس المتکلمین، امام الخطباء والمدرسین، فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا محمد ہاشم صاحب قبلہ۔

جامع معقولات ومنقولات، پروفیسر جامعہ نعیمیہ، بازار دیوان مراد آباد، یوپی (الہند)۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم .

محترم ناظرینِ کرام!

پیشِ نظر کتاب عزیز گرامی قدر رومنزلت فاضلِ جلیل مولانا محمد ظفر قادری رضوی صاحب کے رشحاتِ قلم کا وہ اعلیٰ ترین شاہکار ہے جس کو آپ نے ایک علم وتہذیب سے نابلد، شائستگی وشرافت سے نا آشنا، دریدہ دہن گستاخ کی رسوائے زمانہ کتاب مسمّٰی بہ ''دجال کے دوست کون؟'' کے جواب میں نہایت محققانہ انداز میں مدلل کر کے تحریر فرما کر باطل کے ردو ابطال کا حق ادا فرما دیا ہے۔موصوف کی جوابی خوبی یہ ہے کہ جو الزام دجال کے دوست کون؟ کے مصنف نے دروغ گوئی اور بد دیانتی کے ساتھ جاہلانہ انداز میں علمائے اہل سنت پر عائد کیے ہیں ان ہی کو انتہائی دیانتداری کے ساتھ عالمانہ انداز میں تحقیقی جائزہ کے طور پر دیوبندی وہابیوں کے لیے ثابت کر دیا ہے گویا کہ موصوف اپنے مقابل سے کہنا چاہتے ہیں:

؎ اتنا نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

یعنی مولانا نے ایک خوبصورت طرز نگارش کے ذریعہ یہ واضح کر دیا کہ دجال کے دوست حقیقت میں دیو بندی وہابی ہی ہیں اور سچائی بھی یہی ہے کہ جب دجل وفریب ،کذب بیانی، بہتان تراشی ہمیشہ سے دیو بندی وہابیوں کا شیوہ رہا ہےتو جس کی فطرت میں دجل شامل ہوگا وہی دجال کا دوست ہوگا۔مولانا محمد ظفر قادری رضوی صاحب نے اپنی تصنیف کے اندراس خصوص میں اتنے چیلنج کیے ہیں کہ دجال کے دوست کون؟ کا مصنف زندگی بھر ان کے بوجھ کے نیچے دبا رہے گا،بغیر توبہ کیے بہزار کوشش بھی ان سے سبکدوشی حاصل نہیں کرسکتا،اب اس کا حال یہ ہے کہ:

ے الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مولانا محمد ظفر قادری رضوی صاحب کی قلمی کاوش کو میں نے پہلی بار دیکھا ہے جسے دیکھ کر موصوف کی تحریری صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہوااور ساتھ ہی ساتھ دلائل و براہین کی تلاش و جستجو بھی قابلِ صد تحسین وآفرین ہے۔دعا ہے کہ رب کریم آپ کی اس کاوش کوقبولِ عام کا ذریعہ بنائے اورخواص وعوام کواس سے مستفیض ہونے کی توفیق رفیق بخشے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین علیه التحیّة والتسلیم .

احقر محمد ہاشم نعیمی

خادم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

تقریظِ جمیل

از

نمونۂ اسلاف، پیکرِ علم وعمل، حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری الحاج **محمد سعید** صاحب درہالوی۔
صدر انجمن علمائے اہل سنت صوبہ جموں، نگرانِ اعلیٰ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ (جدید) جموں وکشمیر،
خطیب جامع مسجد درہال ملکاں، ومہتمم جامعہ رضاء المصطفٰی درہال ملکاں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم.اما بعد!

کچھ عرصہ قبل راقم نے ایک کتاب موسومہ ''دجال کے دوست کون؟'' دیکھی۔ چند اوراق نظروں سے گزرے جس میں مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت اور اس کے اکابرین پر جھوٹے اور پُر فریب الزامات عائد کیے گئے تھے۔ اس سلسلے میں علمائے اہلِ سنت و جماعت صوبہ جموں بالعموم وضلع راجوری بالخصوص نے محسوس کیا کہ عوامِ اہل سنت کو دھوکہ دینے اور بہکانے کے لیے اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس کی حقیقت کو ضبطِ تحریر میں لا کے واضح کیا جائے۔ قابلِ صد مبارک ہیں جماعتِ اہل سنت کے معتبر عالمِ دین **حضرت مولانا محمد ظفر قادری رضوی دہنوروی صاحب** کہ انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں عرق ریزی فرما کر مذکورہ کتاب کا جوابِ باصواب ضبطِ تحریر میں لایا۔ راقم نے موصوف ہی سے اس کے مندرجات سُنے اور ایک مدلل ومسکت جواب دجال کے دوست کون؟ کا پایا۔ راقم یقین رکھتا ہے کہ ''دجال کے دوست کون؟'' کے ناظرین کے ذہن وفکر میں مسلکِ حقہ کے تعلق سے جو تصورات و خدشات آئے ہوں گے یا پیدا ہوئے ہوں گے حضرت موصوف کے اس جواب کو پڑھ کر وہ تمام ھبـاء منثورا ثابت ہوں گے۔ حق واضح ہو جائے گا، باطل دور دور تک نظر نہیں آئے گا۔ راقم عوام وخواص اہل سنت و جماعت سے گزارش کرتا ہے کہ کتابِ ہٰذا کو بغور پڑھیں اور اس کے مندرجات پر غور وخوض کریں

پھر اپنے ضمیر سے دریافت کریں کہ دجال کے دوست کون؟ کے نام سے جو کتاب عوامِ اہل سنت کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے منظرِ عام پر لائی گئی تھی اس کے مصنف نے دھوکہ وفریب ومکر وعیاری کی کتنی منازل طے کی ہیں۔ انشاء اللہ العزیز موصوف کی یہ جوابی کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے کا اول تا آخر مطالعہ کر کے قارئین کے اذہان ان آلودگیوں سے پاک ہو جائیں گے جن کا اظہار مصنف نے دجال کے دوست کون؟ کتاب لکھ کر بزعمِ خود شد و مد سے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت کی جو تصویر اس کتاب کو پڑھ کر قارئین کے اذہان میں منعکس ہو گی وہ آخری ایام تک نقش کالحجر ثابت رہے۔ نیز راقم بصمیمِ قلب فاضلِ گرامی حضرت مولانا محمد ظفر قادری رضوی صاحب کے لیے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ اپنے حبیبِ لبیب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کو مزید ہر قسم کی تحقیق وتدقیق کے ساتھ مسلکِ حقہ کی خدمات کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے، اور اس کتاب کو مقبولِ عام خواص فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

راقم الحروف:

محمد سعید نقشبندی۔

دربار ملکاں۔

تقریظِ احسن

مناظرِ اہلِ سنت، عالمِ جلیل حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب

نائب صدر انجمن علمائے اہلِ سنت صوبہ جموں، خطیب جامع مسجد عیدگاہ راجوری، صدر ضلع راجوری

وریاستی ترجمانِ اعلیٰ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ (جدید) جموں کشمیر۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم . نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم . اما بعد!

ہر ذی شعور جانتا ہے کہ جب بھی باطل نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی سرکوبی کے لیے اہلِ حق کو مبعوث فرمایا۔ دورِ موسوی میں جب فرعونیت کی نافرمانی وسرکشی حد سے تجاوز کر گئی، فرعون کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مال ومتاع سیم وزر سونے اور چاندی کے ڈھیر عطا فرمائے تو وہ بدنصیب اپنی دولت وثروت کے گھمنڈ میں آ کر رب کائنات کا شکر ادا کرنے کی بجائے خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا۔ فرعون کے غرور وتکبر کو توڑنے کے لیے رب کائنات نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو حق وصداقت کا علمبردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ اسی خالقِ ارض وسماء نے نمرود کو بھی دنیاوی دولتوں ثروتوں اور حکومتوں سے مالا مال فرمایا۔ مگر وہ بد کردار وبدبخت شخص بھی اپنے خالق ومالک کا شاکر ہونے کے بجائے دنیاوی مال وشہرت کی حرص میں آ کر خود خدا بن بیٹھا اور **انا ربکم الاعلیٰ** کا اعلان شروع کر دیا، اور رعایا کو اپنے لیے سجدہ کا حکم کر گیا۔ اسی ماحول میں کاہن ونجومی فرعون کو خبریں دینے لگے کہ تیری بادشاہت میں ایک بچہ ظہور پذیر ہونے والا ہے جو تیری سلطنت وبادشاہت کے زوال کا سبب بنے گا۔ یہ خبر پاتے ہی نمرود لعین نے ایک حکم جاری کر دیا کہ امسال جس گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ جس گھر میں بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اسے قتل کر دیا جاتا۔ مگر جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی پیدائش کا وقت آیا تو آپ کی والدہ محترمہ رات کے اندھیرے میں جانب صحرا تشریف لے گئیں، وہاں آپ کی پیدائش ہوئی، کسی بھی نمرودی کو آپ کی پیدائش کی خبر نہ ہو سکی۔ ادھر نمرود کو نجومیوں نے خبر دی کہ وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے۔ اب

نمرودیوں کوتلاشِ بسیار کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سراغ نہ مل سکا۔ چونکہ مشیتِ ایزدی نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو پروان چڑھا کر حق وصداقت کا پیکر بنا کر نمرود کے سامنے لانا تھا ۔جس پر خدائے لم یزل کی حفاظت ہو اسے کون مار سکتا ہے۔

؎ فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

بہرکیف ہر دور میں دین کے دشمن پیدا ہوتے رہے، جب ان کے غرور وتکبر کفر والحاد کی انتہا ہوتی رہی تو اہلِ حق پیکر صدق وصفا بن کر بے خوف وخطر باطل کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاتے اور باطل پرستوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے۔ ہر دور میں باطل پرستوں نے سر اٹھائے مگر جب حق پرستوں کے سامنے آئے تو باطل پرست پاش پاش ہوتے دکھائی دیئے، اوران کا انجام بُرا ہوا۔حق پرستوں کو ہر دور میں نصرت و غلبہ، کامیابی وکامرانی سے نوازا گیا۔ باطل ہر دور میں بڑے کروفر کے ساتھ آیا، ساز وسامان لے کر آیا اور کثرت کے ساتھ آیا۔اس کے مقابلہ میں حق پرست ہمیشہ توکل علی اللہ کے ساتھ میدان میں اترا، بے ساز وسامان آیا،قلتِ تعداد کے ساتھ آیا،مگر رب کائنات نے باطل پرستوں کو مجارٹی کے باوجود مجبور و مقہور کیا،اورحق پرستوں کو غالب وفاتح فرمایا۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”**کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله**“۔دنیامیں مخلوقات کی اصلاح کے لیے انبیاء ورسل تشریف لاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں کے آخر میں اپنے محبوبِ پاک صاحبِ لولاک جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو **خاتم النبيين** کا تاجِ نورانی عطا کر کے سلسلہ نبوت ورسالت کو اپنے محبوب علیہ السلام پر ختم فرما دیا،اورارشادفرمایا”**ولٰكن رسول الله و خاتم النبيين**“ اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”**انا خاتم النبيين لا نبي بعدي**“ میں سارے نبیوں سے آخر میں آنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔اورساتھ ہی یہ بھی ارشادفرمایا”**العلماء ورثة الانبياء**“ علمائے ربانیین نبیوں کے علم کے وارث ہیں ۔جو ہدایت وارشاد کا کام پہلے انبیاء ومرسلین فرمایا کرتے تھے اب وہ کام علمائے دین کے ذمہ ہیں ۔جیسے نبیوں ورسولوں نے ہر دور میں باطل پرستوں اور منافقوں کا مقابلہ کیا اور دینِ اسلام پر ذرہ

برابر آنچ نہ آنے دی ۔ایسے ہی وراثتِ علم کو سنبھالتے ہوئے علمائے ربانیین نے ہر دور میں باطل پرستوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ ہر دور میں منافقت ہوتی رہی ، یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات میں منافق لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور نبوت و رسالت کی گواہیاں دیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازیں بھی پڑھتے رہے، وہ منافق لوگ صدقات وخیرات دیتے اور زکوٰۃ بھی دیتے ، حج بھی کرتے اور روزے بھی رکھتے تھے۔مگر جب اپنی مجلس میں جاتے تو آپس میں کہتے کہ اس نبی کو علم غیب نہیں ،اس نبی کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ، یہ تو ہماری ہی مثل ایک بشر ہے۔ اس قسم کے گندے عقائد ان منافقین کے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ ہوا کہ میرے رسول کے گستاخ میرے مومنین بندوں کے ساتھ مل کر میرے محبوب کی اقتداء میں نماز پڑھیں ۔اللہ رب العزت نے منافقوں کے عقائد کو ظاہر فرماتے ہوئے سورۃ منافقون نازل فرمائی، جبریل امین کو حکم دیا کہ میرے محبوب سے کہہ دو کہ:

''اذا جآءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه واللّٰه یعلم انک لرسولهٗ واللّٰه یشهد ان المنافقین لکٰذبون''۔

جب منافقین تمہارے پاس آتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق لوگ جھوٹے ہیں۔

پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز چار سو ستر منافقین و منافقات کے نام لے کر مسجد نبوی شریف سے باہر کر دیا۔ ہر دور میں فتنوں نے جنم لیا ہے مگر دورِ حاضر میں سارے فتنوں سے خطر ناک نجدیت و وہابیت اور غیر مقلدیت کا فتنہ ہے ۔اس فرقہ کا عقیدہ وہی ہے جو نبی کریم صلی ء اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے والے منافقین کا تھا۔کل کے منافقین کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی ہماری طرح بشر ہے ۔آج کے وہابی دیو بندی کا عقیدہ بھی وہی ہے کہ نبی ہماری طرح بشر ہے۔معاذ اللہ رب

العالمین!۔کل کے منافق کہتے تھے کہ نبی کو علم غیب نہیں ہے، نبی کو پیٹھ کے پیچھے کی خبر نہیں، دیوار کے پیچھے کی خبر نہیں۔آج کے وہابیوں دیو بندیوں کا عقیدہ بھی بعینہٖ وہی ہے جو کل کے منافقین کا تھا۔جس کا واضح ثبوت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب بنام''حفظ الایمان''اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب''تقویۃ الایمان''و''صراط مستقیم''ومولوی قاسم نانوتوی کی کتاب''تحذیر الناس''ومولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب''''براہینِ قاطعہ''وغیرہ میں ان کے گندے عقائد آج بھی موجود ہیں۔خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔پائجامہ پنڈلی سے اوپر چڑھا کر چلنے کا نام دین نہیں ہے،حدیث شریف میں تو یہ آیا ہے کہ پائجامہ ٹخنوں سے اوپر رہے نہ کہ پنڈلی کے اوپر۔نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان ایک فٹ کا فاصلہ رکھ کر واسا کوٹی گاما پہلوان کی طرح کھڑے ہونے کا نام دین نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بحالتِ نماز دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھا جائے،اور عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔جس دل میں عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے وہ ہزار نمازیں پڑھے،لاکھ سجدے کرے،ایسے شخص کا کوئی سجدہ،کوئی عبادت قبول نہیں ہے۔اگر محض نمازوں اور سجدوں سے بخشا جانا مقصود ہوتا تو شیطان سب سے پہلا جنتی ہوتا۔جس نے چھ کروڑ برس عبادت کی مگر حکمِ خدا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم نہ کرنے کی وجہ سے سارے سجدے اور ساری عبادتیں مردود ہو کر رہ گئیں، اور بارگاہِ الوہیت سے کفر و رجیم کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہ ہو گیا۔ اگر فقط نمازوں کے بل بوتے پر مقبولِ بارگاہ ہونا مقصود ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے والے منافقین مسجدِ نبوی سے نہ نکالے جاتے۔یہ وہ منافقین تھے جو پنجوقتہ نماز مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتے تھے،مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے تھے۔پتہ چلا جو نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا سمجھ کر نماز پڑھتے ہیں ان کی کوئی عبادت قبول نہیں۔نماز حقیقت میں وہی مقبول ہے جو محبتِ رسول اور تصورِ محبوب میں ادا کی جائے۔نبی کریم علیہ السلام کا فرمانِ عالیشان ہے کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے تھے،میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے جن میں ایک ہی ملت جنتی ہوگی، باقی

بہتر کے بہتر جہنم میں جائیں گے۔آقا علیہ السلام نے جنتی ملت و جماعت کی پہچان بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ میری سنت و میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہوگی۔جس کا اردو میں صاف ترجمہ ہے اہل سنت و جماعت۔مزید جنتی جماعت کی پہچان بتاتے ہوئے آقائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا''**ید اللّٰہ علی الجماعۃ اتبعوا لسواد الاعظم فانہٗ من شذ شذ فی النار**''اللہ تعالیٰ کا دستِ قدرت بڑی جماعت پر ہے بڑے گروہ کی پیروی کرو پس بے شک جو بڑے گروہ سے الگ ہوگیا وہ جہنم میں گرا دیا جائے گا۔سبحان اللہ!حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی جماعت سب فرقوں سے بڑی ہوگی۔لہٰذا پوری دنیا میں اگر اندازہ لگایا جائے تو سنی بریلوی جماعت کے لوگ اسی فیصد نظر آئیں گے جبکہ باقی تمام فرقوں کے لوگ صرف بیس فیصد ہیں۔سنی بریلوی وہ لوگ ہیں جو نہ انبیاء و مرسلین کے کے گستاخ ہیں اور نہ ہی صحابہ و تابعین اور نہ ہی ائمہ مجتہدین کے گستاخ ہیں اور نہ ہی اولیائے کرام و سادات عظام کے گستاخ ہیں بلکہ محبّ و جانثار ہیں اور یہی چیز ان کے لیے بخشش کا ذریعہ ہے۔زیرِ نظر کتاب بنام''دجال کے دوست کون؟ کا تحقیقی جواب دیوبندی وہابی'' میرے دوست فاضلِ جلیل حضرت مولانا محمد ظفر قادری رضوی کی کاوشوں کا ایک شاندار جاندار گلدستہ ہے۔راقم نے موصوف کی کتاب کو بنظرِ غائر دیکھا اور درست پایا۔موصوف نے مجدد دین وملت مولانا امام احمد رضا فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں منظوم اشعار پر مخالف کی طرف سے احمقانہ اعتراضات اور جاہلانہ سوالات کے منہ توڑ جوابات دے کر اپنے عالم ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔موصوف نے مخالفین ہی کے رسائل و کتب سے دلائل و براہین انتخاب کر کے ثابت کر دیا کہ دجال کے دوست''دیوبندی وہابی'' ہیں۔مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو عوام و خواص میں درجہ مقبولیت عطا فرمائے اور موصوف کو جزائے جزیل عطا فرمائے۔آمین

بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

العبد المذنب

عبدالرؤف رضوی نعیمی۔

تأثرات

از

فاضلِ نوجوان، مولانا مفتی محمد عارف صاحب قادری نعیمی

باسمہٖ تعالیٰ ۔حامدا و مصلیا۔

ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے
ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

ارشادِ خداوندی ہے "**ان الدین عند اللّٰہ الاسلام**" یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کوئی دین قابلِ نجات وقابلِ قبول ہے تو وہ ہے دینِ اسلام۔ پھر اس دین کی تکمیل جب ہوئی تو فرمایا "**الیوم اکملت لکم دینکم**" یعنی آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا۔ مگر اس دین کے مخالفین ہر دور میں رہے۔ کبھی اس دینِ مصطفیٰ کے پیارے لہلہاتے ہوئے چمن کو مٹانے کے لیے بولہبی بادل چھائے تو کبھی یزیدی فتنے سر اٹھاتے رہے، اور کبھی ماموں طاقتیں اور کبھی خارجی شورشیں اس کے ساتھ مقابلے لیے سر اٹھا رہی تھیں، مگر تاریخ کے اوراق شاہدِ عدل ہیں کہ اس چراغِ مصطفوی سے نبرد آزما ہونے کے لیے جتنی بھی طاقتیں آگے بڑھیں وہ تمام نیست و نابود ہو گئیں۔ مگر دینِ مصطفیٰ کا یہ لہلہاتا ہوا چمن آج بھی چٹان کی طرح اپنی جگہ بعینہٖ قائم و دائم ہے۔ وہ اس لیے کہ ربِ کائنات ہر دور میں ایسوں کو پیدا فرماتا رہتا ہے جو اس کے راستے میں کبھی تو تلوار کے ذریعے تو کبھی نوکِ قلم وخطاب کے ذریعے جہاد کرتے رہتے ہیں اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی ایک ناقابلِ تسخیر دیوار بن کر دین کے لیے ڈھال بن جاتے ہیں اور باطل کا اصل چہرہ بے نقاب کر کے ہزاروں اہلِ ایمان کو رہزنوں سے بچانے کی غیر معمولی کوشش کرتے ہیں جو کسی سے خوفزدہ نہ ہو کر کے صرف اللہ جل جلالہٗ اور اس کے پیارے رسولِ اعظم علیہ السلام کی رضا کی خاطر دینِ اسلام کے خلاف ہر فتنے کو نپٹنے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ دورِ حاضر کا فتنہ

وہابیت ودیوبندیت اہلِ ایمان کے لیے نہایت ہی خطرناک ہے اسی لیے اللہ رب العزت نے چودھویں صدی کے مجدد اعظم امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ مولانا مفتی احمد رضا خان علیہ الرحمۃ المنان کو پیدا فرما کر ساری دنیا کے ایمان کو تر وتازہ فرمایا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے نوکِ قلم کے ذریعے اس دینِ مصطفیٰ پر اٹھنے والے ہر فتنے خصوصاً فتنۂ وہابیت ودیوبندیت پر ایسا وار کیا جو تلوار سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ اسی لیے فرمایا:

؎ وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

جہاں تک آپ علیہ الرحمۃ کی شاعری کا تعلق ہے، گستاخِ رسول آپ کی شاعری کو کب سمجھ سکتا ہے۔ جہاں آپ علیہ الرحمۃ پچاس سے زائد علوم کے ماہر اور ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمانے والے بہترین متبحر عالم دین، فقیہ النفس مفتی، شاہکارِ قلم، اور مجدد ہیں، وہیں پر آپ علیہ الرحمۃ اردو، عربی، فارسی کے قادر الکلام اور بارگاہِ رسول اعظم علیہ السلام کے ادب شناس شاعر بھی ہیں۔ بڑے بڑے نامور شعراء بھی آپ علیہ الرحمۃ کی فصاحت و بلاغت کے سامنے سمندر سے پانی کے کٹورے بھرنے کے مترادف نظر آتے ہیں۔ آپ علیہ الرحمۃ نے ایسی سنگلاخ زمین میں مدحت مصطفیٰ علیہ السلام کے وہ پھول کھلائے ہیں کہ ذوقِ عشق عش عش کر اٹھتا ہے۔ حضور اشرفِ ملت کیا ہی خوب فرماتے ہیں:

؎ مینارِ قصرِ رضاؔ تو کافی بلند ہے تم اس کے پہلے ہی زینے پر چڑھ کر دکھلا دو

فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے ذرا حدائقِ بخشش ہی پڑھ کر سنا دو

یعنی گستاخ کو چیلنج ہے کہ جب تک تمہارے سینوں میں محبتِ رسول کے پھول نہ کھلیں گے تم ہرگز چمنِ رضا سے پھول سونگھنے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ الغرض پچھلے دنوں میں ایک دجالی فتنے نے اپنا زہر ایک مضحکہ خیز کتاب بنام ''دجال کے دوست کون؟'' کے ذریعے اگلا، اس میں نہ صرف اہلِ ایمان کو کافر و مشرک و بدعتی اور دجال کے ساتھی بتایا بلکہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ جیسے عاشقِ رسول پر بھی الزامات اور

ان کی شاعری پر جاہلانہ مضحکہ خیز طعن کیا۔اس طرح ایک بار پھر اس چراغِ مصطفیٰ سے شرار بولہبی نے نبرد آزما ہونے کی ناپاک سعی کی ،مگر رب کا احسان کہ اہلِ ایمان کے ایمان کو اسی طرح تر و تازہ رکھنے کے لیے ہماری جماعت کے ایک بہترین عالمِ دین اور قلمکار **حضرت مولانا محمد ظفر قادری رضوی خطیب جامع مسجد** بدہ کنہ بہروٹ کو اس زہر افشانی پر پانی چھڑکنے کے لیے منتخب فرمایا۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد بخشندۂ خدا

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس غلام نے بفیضانِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف اس کتاب کا دندان شکن اور مسکت جواب دیا بلکہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کی علمی حقانیت کو ایسا واضح کیا کہ باطل بھی آپ علیہ الرحمۃ کو اپنا امام و پیشوا تسلیم کرتا ہوا اور آپ کی خداداد علمی لیاقت کے سامنے طفلِ مکتب نظر آتا ہے۔موصوف نے ''دجال کے دوست کون؟'' میں کیے گئے ہر اعتراض کا تحقیقی جواب بڑی عرق ریزی کے ساتھ دیا ہے۔اب اہلِ ایمان ورق الٹتے جائیں اور اپنا ایمان تر و تازہ کرتے جائیں ،اور باطل کی مکاری ،کذب ،خیانت اور جہالت کو بھی دیکھتے جائیں تو یقیناً آپ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ''باطل را سرو پا نیست''۔

رب لم یزل عزاسمہٗ بطفیلِ سید الانبیاء علیہ السلام کتابِ ہٰذا کے مصنف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ **آمین برحمتک یا الرحم الراحمین۔**

خاک پائے غوث و رضا

محمد عارف قادری نعیمی غفرلہٗ القوی۔

خطیب جامع مسجد حنفیہ مجددیہ نظامیہ کالونی نزد ڈگری کالج راجوری۔

''تقدیم''

از:۔ خلیفۂ مفتی اعظم ہند، مناظر اہلسنت، ماہر رضویات، صاحب تصانیف کثیرہ،

علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصؔروف'' برکاتی۔نوری۔

بانی:۔ مرکز اہلسنت برکات رضا۔پور بندر (گجرات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم – نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دجال کے دوست کون؟ نام کی کتاب دور حاضر کے منافقین یعنی دیوبندی، وہابی گروہ کے دو سرغنہ **ڈاکٹر عرفان خان** اور **شاہد مسرور** کی مشترکہ سعیٔ لغو وکذب کا نتیجہ ہے۔ حیرت تو کتاب کے نام سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ جو خود دجال کا دوست ہے وہی کہتا ہے کہ **دجال کے دوست کون؟**۔ اگر ڈاکٹر عرفان خان قد آدم سائز کے آئینہ کے سامنے کھڑا ہو کر آئینہ دیکھتا، تو اسے یقین ہو جاتا کہ دجال کا دوست آئینہ میں نظر آرہا ہے۔ بلکہ یہ کہنے میں کسی قسم کی مبالغہ آرائی قطعاً نہیں کہ ڈاکٹر عرفان خان نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب میں جس بہتات سے جھوٹ، کذب، فریب، دھوکہ بازی، الزام تراشی، اتہام پردازی، دجل کاری، بہتان کشی اور دروغ بیانی سے کام لیا ہے، اسے دیکھ کر یہ کہنا پڑے گا کہ **''دجال کے دوست کون؟** کتاب کا مصنف ہی دجال کا دوست ہے بلکہ جھوٹ بولنے میں دجال سے بھی دو (۲) نہیں بلکہ چار قدم آگے ہے۔ ڈاکٹر عرفان خان جیسے ننگ دین، ننگ وطن اور ننگ نوع بنی آدم جب ہاتھ میں قلم تھام کر خامہ آرائی کرنے کی حرکت مزمومہ کرتے ہیں، تب

چین سے جینے اور رہنے والے امن پسند مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کا طوفان اور ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ ایسے شر پسند مصنفین خود کو مصلح قوم وملت کے زعم وغرور میں تصنیفی حرکت اضطراری کرتے ہیں، تب تخریب وتباہی، تجہل وتخلّل، تذلیل وتردید، تعارض وتعاصُب، تفریق وتفرقہ، وغیرہ جیسے بغض وعناد پر مشتمل طور واطوار اس قدر رائج ہوتے ہیں کہ ملت آپسی اختلافات وتنازعات میں ملوث ومستغرق ہو کر تباہی اور بربادی کی گہری خلیج میں گر کر مختلف گروہ، فرقے اور مکتب فکر میں منقسم ہو جاتی ہے اور ترقی، کامیابی، کامرانی اور عروج کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔

انگریزوں کے ایماء واشارے سے وہابی مذہب کی بنیاد ڈالی گئی اور انگریزوں کے مالی، سیاسی اور ثروتی تعاون سے وہابیت پروان چڑھی اور ملت اسلامیہ کا اتفاق واتحاد نیز چین وامن بھی پاش پاش ہو گیا۔ مسلمان آپسی مذہبی اختلافات میں ایسے اُلجھ گئے کہ انہیں اپنے دائمی دشمن یہود ونصارٰی اور کفار ومشرکین کی طرف ملتفت ہو کر ان سے نپٹنے کی فرصت بلکہ سکت ہی نہیں۔

تقریباً ڈیڑھ سو برس سے زائد کا عرصہ ہوا، برصغیر ہند کا مسلمان چین وقرار سے نہیں بیٹھا۔ مذہبی اختلاف اور عقائدی تنازعہ کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ جھگڑے، مار پیٹ اور فتنہ وفساد میں مبتلا رہتا ہے۔ مزید برآں گروہ منافقین اس کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی غرض فاسد سے گاہے گاہے کذب ودروغ پر مشتمل کتب ورسائل کی طباعت کا سلسلہ جاری رکھ کر اس کی الجھنوں میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ کذب وفریب کے پلندے کی حیثیت سے شائع شدہ لٹریچر میں اس کے مذہبی پیشوا اور مرکز عقیدت کی شان

میں گھنونی توہین وتنقیص کی گئی ہوتی ہے۔ بھولے بھالے اور حقیقت سے نا آشنا عوام ایسے جھوٹے کتابچوں کے دام فریب میں پھنس کر گمراہ ہوتے ہیں۔ اکثر غلط فہمی کا شکار بنتے ہیں۔ سعودی حکومت کے پیٹرول ڈالر (Petrol Doller) کے بلبوتے پر ایسے گمراہ کن کتابچے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور ماحول کو پراگندہ بنانے کی مذموم حرکت کی جاتی ہے۔ ایسے گمراہ کن کتابچوں کی تردید وتکذیب کرنا علمائے حق کے لئے لازمی اور ضروری ہوتا ہے۔

الحمدللہ! ہر دور میں جب منافقین زمانہ کے کذابین ایسی مذموم حرکتیں کرتے ہیں تب فرقۂ ناجیہ، جماعت اہل سنت و جمات کے صاحب قلم علمائے حق اپنا دینی فریضہ انجام دیتے ہوئے صفحات قرطاس پر کلمات حقہ وصادقہ منقش فرما کر اہل ایمان کے ایمان وعقائد کے تحفظ کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ علمائے حق کی اس مقدس جماعت کے ایک فرد کا نام **حضرت علامہ محمد ظفر قادری۔ ساکن راجوری** (کشمیر) ہے۔ جنہوں نے رئیس الکاذبین، سرخیل مکذبین، قائد المفترین، سردار دروغ گویاں، دکتور عرفان خاں کی رسوائے زمانہ کتاب ''**دجال کے دوست کون؟**'' کا مفصل اور مبین رد فرما کر **احقاق حق** اور **ابطال باطل** کا جو فریضہ انجام دیا ہے وہ قابل صد تحسین وآفرین ہے۔ علامہ موصوف نے مفتری مکذب کے ہر الزام اور بہتان کا براہین وشواہد کی روشنی میں ایسا دندان شکن اور منہ توڑ جواب ارقام فرمایا ہے کہ افترا پردازی کی شمشیر کذب سے حملہ آور خود اپنے ہی اسلحہ سے مجروح ہو کر خاک وخون میں تڑپتا نظر آرہا ہے۔

''**دجال کے دوست کون؟**'' کتابچہ درحقیقت ایسا کذب نامہ ہے کہ اس کے

مرتب ومصنف نے صرف جھوٹ اور بہتان کا ہی دامن تھامہ ہے۔ ماضی کے سرخیل فرقۂ وہابیہ کا بھی ہمیشہ سے یہی وتیرہ رہا ہے۔ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کا صریح جھوٹ بولنے میں انہیں قطعاً شرم و عار کا احساس نہیں ہوتا۔ بات یہاں پر نہیں رکتی بلکہ تف تو اس بات پر ہے کہ اپنے قبیح و مذموم عقائد و ارتکابات سے صرف نظر کر کے ملت اسلامیہ کے مصلحین و ناصحین، ائمۂ دین اور علمائے حق کے دامن تقدس پر جھوٹے الزامات کا کیچڑ اچھالنے کی سعیٔ بے جا اور حرکت مذموم کے ارتکاب کا شیوہ اپنایا جاتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ ایک مادرزاد ننگا، جو کامل طور پر عریاں ہو، جس کے بدن پر کپڑے کی ایک لیری تک نہ ہو، ایسا سو فیصد ننگا شخص بے شرم و بے حیا بن کر برسر بازار نکلے اور سامنے سے چلے آنے والے شخص پر اعتراض کرے کہ تم نے سر پر ٹوپی ترچھی پہنی ہے۔ پھر آگے چل کر کسی شخص کو لتاڑتے ہوئے کہے کہ بڑے بے شرم ہو! شرم نہیں آتی؟ میرے عریاں جسم کو دیکھتے ہو؟ حیا کرو، حیا کرو، آنکھیں نیچی کرلو۔

ایسے شرم وحیا کی دُہائی دینے والے کو صرف یہی کہا جائے گا کہ خود تو بے شرم ہو کر برسر بازار ننگا نکلا اور خود کو ننگا دیکھنے والوں کو بے شرم کہنے کی بیوقوفی کر رہا ہے۔ شرم وحیا کا اگر ایسا ہی لحاظ ہے، تو جناب مادرزاد ننگا ہو کر گھر سے باہر نکلے ہی کیوں؟ خود کی عریانی پر پردہ ڈالنے کی تو توفیق نصیب نہیں اور دوسروں کے پردے اٹھانے کی شریر حرکتیں کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہو؟

''دجال کے دوست کون؟'' یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ خود دجال ہی یہ سوال اٹھا رہا ہے۔ سوال اٹھانے والے سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ **دوست کون؟ دوست کون؟**

کی رٹ کیوں لگاتے ہو؟ تم جو ہو، پھر تمہارے دوست کی تلاش کیوں؟ اگر تلاش کرنا ہے تو دوست کی تلاش مت کرو بلکہ یہ تلاش کرو کہ دجال کے ننگے بدن پر کوڑے کون برسائے؟ الحمدللہ! اب اس کی بھی ضرورت نہیں۔ علامہ محمد ظفر قادری نے **فیض رضا** سے صحیح وقت پر دجال کی پیٹھ پر شدید تازیانے برسا کر اسے اپنی اصلیت کا احساس کرادیا ہے۔ علامہ موصوف نے جن جن باتوں کا ردفرما کر جو دلائل قائم فرمائے ہیں ان باتوں کا جواب گروہِ باطلہ کے تمام مصنفین یک جا اور یک بستر ہو کر بھی نہیں لکھ سکتے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ گروہِ باطلہ کے تمام ملاّ نے اس معاملے میں سراسر عاجز و ساکت ہیں۔ حق کی صدائے بلند کے سامنے ان کے باطل ڈھول کا چمڑا پھٹ جاتا ہے اور آفتاب نیم روز کی طرح ان کی گمراہیت کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔ اپنی اس بے مائیگی سے صرف نظر کرتے ہوئے اور میدان دلیل سے راہ فرار اختیار کر کے بزدلی اور نامردگی کا ثبوت دینے کے باوجود بھی انہیں شرم و عار نہیں آتی۔ خود کے ننگے بدن کو کسی پھٹے پرانے کپڑے سے ڈھانپنے کے بجائے بے حیائی اور بے شرمی کا جامہ پہن کو بزرگان دین اور علمائے اہلسنت کے دامن تقدس پر الزامات و افتراعات و اختراعات کا گندہ کیچڑ ڈال کر بزرگان دین اور خصوصًا علمائے اہلسنت و جماعت کو بدنام کرنے کی مذموم حرکت کی جاتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ منافقین زمانہ فتنہ اور فساد کی فضا قائم کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اصلاح، امن اور امان کی راہیں ہموار کرتے ہیں اور عوام الناس تک پیغام حق پہونچاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔

''**دجال کے دوست کون؟**'' کتاب کے جاہل اور کذاب مصنف نے اپنی

اختراعی ذہنیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے جو جو الزامات اور اختراعات نافذ کئے ہیں، ان تمام کا فاضل جلیل **علامہ محمد ظفر قادری** نے شافی اور وافی جواب دے کر رسوائے زمانہ کتاب کے مصنف کو ہی **دجال کا دوست ثابت کر دیا ہے**۔ زمانۂ ماضی میں بھی فرقۂ وہابیہ کے ایسے غلط الزامات کے علمائے اہل سنت نے ہمیشہ منہ توڑ جوابات دے کر انہیں مبہوت و ساکت کئے ہیں لیکن ''**شرم چہ کتی ست کہ پیش مرداں آید**'' والی مثل کے مصداق بن کر منافقین زمانہ اپنی ڈھٹائی اور بے حیائی کی فطرت سے باز نہیں آتے اور گاہے گاہے وہی پرانی اور چبی چبائی چبڑ چبڑ کو مکرّ ر سکرّ ر دہرانے کی بے وقوفی کرتے ہیں اور **منہ کی کھاتے ہیں**۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ جن قبیح اور قابل ملامت ارتکابات میں وہ سر سے پاؤں تک غرق ہیں، انہیں ارتکابات کہ مرتکب وہ دوسروں کو ٹھہرانے کی مضحکہ خیز حرکت کرتے ہیں۔ مثلاً

- حکومت برطانیہ کے نمک خوار اور زرخرید غلام کی حیثیت سے اکابر دیوبند نے شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر مذہب وملک کے ساتھ غداری کا جو ننگا ناچ ناچا ہے، اس کی حقیقت خود انہیں کی کتابوں سے روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے، اس کے باوجود وہ علمائے اہل سنت کو حکومت برطانیہ کا وفادار غلام کہنے کی بے حیائی کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے وہابیوں کی مادر وطن ہندوستان کے ساتھ غداری کرنے کی حقیقت ''**بھارت کے دوست اور دشمن**'' کتاب میں ۵۶؍ کتابوں کے حوالوں سے ثابت کر دی ہے۔

- انگریزوں کی حمایت میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ہندوستان کی آزادی کے لئے جان کی بازی لگانے والے محبین وطن مجاہدوں کے سامنے جنگیں کیں اور

انگریزوں کی حمایت میں لڑنے کا نام جہاد رکھا، بالآخر انگریزوں کی حمایت میں لڑتے ہوئے سرحد کے مسلم پٹھانوں کے ہاتھوں بمقام **''بالاکوٹ''** مارا گیا۔ اگر اس کی مفصل تفصیل کسی کو درکار ہو تو وہ حسب ذیل کتب کی طرف رجوع کرے۔

۱۔ **''حیات طیبہ''** مصنف: مرزا حیرت دہلوی

۲۔ **''سید احمد شہید''** مصنف: غلام رسول مہر۔

۳۔ **''سوانح احمدی''** مصنف: محمد جعفر تھانیسری

۴۔ **''تاریخ تناولیاں''** مصنف: سید مراد علی علی گڑھی

۵۔ **''مشاہدات قابل و یاغستان''** مصنف: محمد علی قصوری

۶۔ **''حقائق تحریک بالاکوٹ''** مصنف: شاہ حسین گرزیدی

۷۔ **''مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان''** مصنف: مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی

▣ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں بلکہ ان گنت صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو بغیر کسی قصور اور بغیر کسی ثبوت کے وہابیوں نے کافر اور مشرک کہا ہے اور لکھا ہے اور واویلا یہ مچاتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کفر کا فتویٰ دینے میں بہت ہی بے باک اور جری ہیں۔ وہابیوں نے بڑی سنگ دلی اور بے دردی سے بے شمار صحیح العقیدہ مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتاویٰ کی مشین گن چلائی ہے۔ جس کی تفصیلی معلومات کے لئے راقم الحروف کی تصنیفی کاوش **''مسلمانوں کو کافر کون بناتا ہے؟''** کو ضرور پڑھیں۔

▣ امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک ہزار سے زائد کتابوں میں عقائد اہل سنت کی تائید اور توثیق و نیز عقائد باطلہ خصوصاً فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے رد وابطال میں ہمالیہ پہاڑ سے بھی زیادہ اٹل اور واثق دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ کا جواب دینے سے عاجز وقاصر فرقۂ وہابیہ کے جاہل ملّے **''نغمۃ الروح''** اور دیگر مصنفین کی کتابوں کی عبارت اور اشعار کو توڑ مروڑ کر اور جاہلانہ تشریح و وضاحت کر کے اپنا من چاہا مفہوم ومطلب اخذ کر کے بے تکے، بے اصل، بے جا، بے جہت، بے دست و پا، بے دم، بے ڈھب، بے سُرا، بے سود، بے شعور، بے علت وعنوان، بے قرینہ، بے لحاظ، بے محل، بے وقعت، بے ہنگام اور بے ہودہ اعتراضات و الزامات کا تانا پنواڑا قائم کرنے کی سعیٔ ناکام کرتے ہیں اور **ٹانگ اُٹھے نہ چڑھا جائے گدھے پر** والی مثل کے مصداق بن کر ذلیل وخوار ہوتے ہیں لیکن اپنی پرانی خُو وخصلت سے مجبور ہو کر **بے حیائی کا جامہ پہن کر** ہمیشہ وہ **ننگا سب سے چنگا** والا اپنا اصلی روپ دکھانے میدان بحث ومباحثہ میں لنگوٹ باندھ کر آ جاتے ہیں اور علمائے اہل سنت اسے **مار مار کر ڈھول اڑا دیتے ہیں۔**

فاضل جلیل، علامہ **محمد ظفر قادری** راجوری نے رسوائے زمانہ کتاب **''دجال کے دوست کون؟''** کا جو رد لکھا ہے، وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت کا حامل ہے۔ ایسا جواب ہے کہ جس کا کوئی جواب نہیں۔ فقیر نے علامہ موصوف کا تصنیف فرمودہ جواب پڑھ کر نہایت

ہی سرور و انبساط کا احساس کیا۔خوشی اور امید کی مشترکہ کرن چمکی کہ کشمیر کے علاقہ میں منافقوں کو منہ توڑ جواب دینے والا کوئی ہے۔علامہ موصوف کی فرمائش پر فقیر نے چند جملے بطور تقدیم لکھ دئے ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اعظم واکرم کے صدقے اور طفیل اس کتاب کو مقبول عام وخاص فرمائے اور نفع بخش نتائج عطا فرمائے۔آمین

بمقام :۔ پوربندر

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

مطابق:۔ ۱۹؍جولائی ۲۰۱۴ء

بروز شنبہ

بجاہِ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

فقط والسلام

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ

اور خانقاہ رضویہ نوریہ- بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ'' (برکاتی-نوری)

بِسۡمَ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ0

سببِ کتاب

قارئین حضرات!

مارچ ۲۰۱۴ء میں ایک کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' نظروں سے گزری، جو کہ ضلع راجوری کے بعض دیوبندی مکتبۂ فکر کے لوگوں نے راجوری اور گردونواح میں فروخت و تقسیم کی۔ مطالعہ کرنے پر افسوس ہوا کہ کتاب کے مصنف نے بڑی مکاری، دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے مسلکِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کے اکابرین کو نشانہ بنا کر عوامِ اہلسنت کی توجۂ عقیدت ان کی جانب سے ہٹانے کی مذموم و ناکام کوشش کی ہے، اور عوام الناس کو گمراہ کرنے والا شیطانی کارنامہ انجام دیا ہے۔ مذکورہ پوری کتاب کذب و دجل، عیاری و مکاری، بدعنوانی و بدتہذیبی کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا ضروری سمجھا کہ کتابِ مذکورہ کی صفاتِ مذمومہ اور اس کے مصنف کا مکروہ چہرہ بے نقاب کیا جائے تاکہ مدعائے تالیفِ کتاب (دجال کے دوست کون؟) عوام الناس پر عیاں ہو جائے۔ مزید برآں کتاب کا نام جملۂ استفہامیہ ہے، جس کا جواب دینا ضروری اور یقیناً ''احقاقِ حق و ابطالِ باطل'' کی عملی تفسیر ہے۔

کتاب کے مصنف نے بڑی چالاکی و عیاری، مکر وفریب سے مسلکِ حقہ اہلِ سنت و جماعت (بریلوی حضرات) کو انگریزوں کا ایجنٹ، وفادار اور منظورِ نظر ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے اور ساتھ ہی سیدی اعلیٰحضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و

ملت علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی کو اپنی بدتہذیبی و دریدہ ذہنی کا نشانہ بنایا ہے۔لہٰذا واضح رہے کہ ہم کسی کو ہرگز چھیڑتے نہیں، لیکن جو ہمیں چھیڑے اسے دندان شکن جواب دینا ضرور جانتے ہیں۔

قارئین حضرات ! انشاء اللہ العزیز آئندہ صفحات پڑھ کر آپ جان لیں گے کہ حقیقت کیا ہے؟

احقر

محمد ظفر قادری رضوی۔

مصنف کون؟

علمائے اہلسنت نے تقویۃ الایمان، براہینِ قاطعہ، صراطِ مستقیم وغیرہ کتب علمائے دیوبند میں مذکورہ کفریہ عبارات کا پردہ چاک کرتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کو متنبہ کیا کہ ان کفریہ عبارات وعقائد سے محفوظ رہ کر اپنے ایمان کا تحفظ کریں نیز بوجۂ کفریہ عبارات وعقائد علمائے حرمین شریفین کی تائید میں ان علمائے دیوبند کی تکفیر کی، مگر آج تک پوری دیوبندی برادری کو نہ تو توبہ کی توفیق ہوئی اور نہ ہی یہ برادری اس کا جواب دے سکی۔ پوری دیوبندی برادری بوکھلاہٹ میں آج تک سرگرداں ہے۔ان سے جوابِ باصواب تو بن نہ پڑا مگر کتاب ''دجال کے دوست کون؟''اسی بوکھلاہٹ کا نتیجہ بن کر سامنے آگئی۔ واضح رہے کہ یہ بے تکُی پھبکیاں دیوبندی کفریات کا پردہ ہرگز نہیں بن سکتیں۔ ایسے مقام پر بوکھلاہٹ کی ضرورت تو نہیں تھی، ان کفریہ عقائد سے توبہ کر لیتے، براءت کا اعلان کر دیتے، کفریہ عبارتوں کے لکھنے والوں کی تکفیر کرتے ہوئے اپنے آپ کو سچا مسلمان ثابت کرتے تو ایک بہت بڑے فتنے کا سد باب ہو جاتا۔دیوبندی برادری کی بوکھلاہٹ کا اندازہ اس کتاب (دجال کے دوست کون؟) کے سرِ ورق ہی سے لگایا جاسکتا ہے۔سرِ ورق پر اس کتاب کو **''الدکتور محمد عرفان خان''** کی تصنیف ثابت کیا ہے اور اندر والے صفحے پر اسے **'شاھد سرور'** کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ پتہ چلا کہ کیا ہی بوکھلاہٹ اور دجل وفریب، عیاری ومکاری ہے کہ قارئین نقش بر دیوار بن جائیں کہ کتاب (دجال کے دوست کون؟) کا مصنف کون؟''**الدکتور محمد عرفان خان**'' یا ''**شاھد سرور**''۔

وجہٴ اختلاف اصل نہ کہ فرع

''دجال کے دوست کون؟'' کے صفحہ ۱۸/ ۱۹ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''(گورے) دنیا بھر میں خاص طور سے جزیرۂ عرب اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں ایمان والوں کو اپنے ہی بھائیوں کے مقابل لا کھڑا کرتے ہیں۔ خلافتِ اسلامیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوٹے چھوٹے صوبوں کی شکل میں حصے کر کے ان پر کمزور واپاہج بادشاہوں کو بٹھا دیتے ہیں، مگر آتشِ انتقام اس پر بھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے تو دینِ اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کر کے چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل کی بنیاد پر ملتِ اسلامیہ کے اندر گروہ بندیاں کرا کے ان کو باہم بحث ومناظرہ میں اُلجھا دیتے ہیں''۔

اس عبارت میں کتاب کے مصنف نے عیاری ومکاری سے کام لیتے ہوئے یا جہالت وضلالت کا ثبوت دیتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کو یہ تاثر دیا ہے کہ انگریزوں نے ملتِ اسلامیہ کے اندر چھوٹے چھوٹے فروعی مسائل کی بنیاد پر گروہ بندیاں کروائیں اور ملتِ اسلامیہ کو باہم بحث ومناظرہ میں الجھا دیا۔ مگر ہر ذی علم فرد جانتا ہے کہ گروہ بندی کی بنیاد فروعی مسائل نہیں ہیں بلکہ عقائد ہیں، اور عقائد اصول ہیں نہ کہ فروع۔ بالخصوص اہلسنت و جماعت اور وہابی دیوبندی وغیرہم کے درمیان تو وجہٴ اختلاف مسئلہٴ ناموسِ رسالت ہے۔ مگر افسوس کہ کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' کا مصنف اپنی جہالت کے سبب ناموسِ رسالت کے مسئلہ کو فروعی مسائل میں شامل کرتا ہے۔ اس سے مصنف کے علم اور پھر ایمان کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ مصنف کو مشمولاتِ اصول و

فروع ہی کا علم نہیں ہے اور بیٹھ گئے کتاب لکھنے کے لیے، اور اہلِ حق پر نکتہ چینی کرنے کے لیے۔

مسلمانو! آؤ ذرا دیکھو کہ وہابی دیوبندی اکابرین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیا کیا گستاخیاں اور کفریہ عقائد تحریر کیے ہیں جو کہ ان کے اور اہلِ ایمان کے درمیان خطِ امتیاز اور خطِ فاصل بن گئے ہیں نمونہ کے طور پر بعض اصل عبارتیں پیش کرتا ہوں۔

حوالہ نمبر۱: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔(تقویۃ الایمان صفحہ نمبر۱۲ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند، یوپی)۔

ہر انسان جانتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی مخلوق انبیاء ومرسلین ہیں۔لہٰذا تقویۃ الایمان کے مصنف نے انبیاء ومرسلین کو چمار سے ذلیل لکھا۔استغفر اللہ! اس عبارت میں تمام انبیاء ومرسلین اور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ہے، جو کفر ہے۔انبیاء و مرسلین کی شان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے "**تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض**" یہ رسولوں کی جماعت ہے ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ۔ رب فرماتا ہے کہ میں نے انہیں فضیلت دی ہے اور دیوبندی مصنف کہتا ہے "چمار سے ذلیل" استغفر اللہ!!

مزید اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرمی ہے "**قد جآء کم بر ھان من ربکم**" تحقیق آیا تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے معجزہ۔یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سراپا معجزہ ہے۔اور فرمایا "**وما ارسلنک الا رحمة للعالمین**" (اے حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔ یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے لیے سراپا رحمت ہیں۔ یہ اعزاز و اکرام نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رب ذوالجلال نے عطا فرمائے ہیں۔ یہ وہ حبیب ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ شاہد، مبشر، نذیر، سراج منیر، طٰہٰ، یٰس، مزمل، مدثر وغیرہا جیسے معزز اور پیارے القاب عطا فرماتا ہے، جن کے چہرۂ نور فزا کی قسم والضحیٰ، زلف عنبرین کی قسم واللیل، جوانی و شباب کی قسم **لعمرک** فرماتا ہے، اور جن کی تعظیم کا حکم "**وتعزروہ و توقروہ**" (یعنی ان کی تعظیم و توقیر کرو) فرماتا ہے۔ جن کی بارگاہ کے آداب "**لا تقولوا راعنا**" (راعنا مت کہو) اور "**لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی**" (اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا مت کرو) فرما کر سکھاتا ہے، اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم رب ذوالجلال کے حکم "**واما بنعمت ربک فحدث**" (اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو) کے تحت فرماتے ہیں "**انا اکرم الاولین والآخرین عنداللہ ولا فخر**" میں اللہ کے ہاں تمام اولین و آخرین سے عزت والا ہوں۔ ایسی شان والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور جمیع انبیاء ومرسلین کی شان میں "چمار" جیسے الفاظ استعمال کرنا اور توہین آمیز جملے بکنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ تھی تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل کی توہین آمیز عبارت جس سے دیوبندی وہابیوں کا عقیدہ ثابت ہوا، جو کہ سراسر کفر ہے۔ اب اہل سنت و جماعت کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی　　　سب سے بالا و والا ہمارا نبی

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا
بس یہی عقیدہ اکابرینِ اہل سنت و جماعت کا ہے، اور قرآن واحادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔

حوالہ نمبر۲: اب دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا گستاخانہ عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ (مشکل الفاظ کا ترجمہ بریکٹوں میں دیا جارہا ہے)

''آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم لگایا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید وعمر وبکر (ہرایرے غیرے نتھو خیرے) وہر صبی (بچے) ومجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (کتے، سور، گھوڑے، گدھے، گیدڑ وغیرہ) کو حاصل ہے''۔ (حفظ الایمان صفحہ ۸)۔ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو! غور کرو کہ اس عبارت میں تھانوی نے سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رفیع میں صریح گستاخی کرتے ہوئے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا علمِ غیب ہرایرے غیرے نتھو خیرے، بچے، پاگل، جانوروں یعنی بیل، کتے، گدھے، سور، اور گھوڑے وغیرہ کے لیے حاصل ہونا بتایا ہے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو ہر بچے، پاگل بلکہ ہر جانور، ہر چوپائے کے مثل ٹھہرایا ہے۔ یہ ہے دیو بندی جماعت کا عقیدہ اور پھر اس پر مسلمان ہونے کا دعویٰ۔

حوالہ نمبر۳: خلیل احمد انبیٹھوی نے براہینِ قاطعہ میں لکھ دیا کہ جو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شیطان اور ملک الموت سے زیادہ علم مانے وہ کافر ومشرک ہے۔ ملاحظہ

فرمایئے اصلی عبارت: ''غور کرنا چاہیئے کہ شطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلاف نصوص قطعیّہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وُسعت نص سے ثابت ہونا فخرِ عالم کو وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

مسلمانو! غور کرو انبیٹھوی صاحب کو شیطان اور ملک الموت کے وُسعتِ علم کی نص تو مل گئی مگر سرکارِ دوعلم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعتِ علم کی نص نہ مل سکی۔ جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ''**وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما**'' اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے اور یہ تم پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔ مزید فرمایا'' **عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہٖ احدا الا من ارتضٰی من رسول**'' غیب کا جاننے والا (اللہ تعالیٰ) کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہیں فرماتا مگر جس رسول پر راضی ہو جائے۔ مزید فرمایا''**وما ھو علی الغیب بضنین**'' اور وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''**فعلمت ما فی السمٰوٰتِ والارض**'' (مشکوٰۃ) پس میں نے جان لیا جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ ''**علمت الاولین والآخرین**'' (حدیث) مجھے اولین وآخرین کا علم دیا گیا۔ ''**رأیت ربی**'' (مشکوٰۃ) میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود ‏ ‏ ‏ اور کوئی غیب تم سے کیا نہاں ہو بھلا

حوالہ نمبر۴: اب بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔(تحذیر الناس صفحہ ۲۸)۔

پتہ چلا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہیں پڑ سکتا۔اس کے برعکس ملتِ اسلامیہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین یعنی سب سے پچھلے نبی ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں یعنی تا قیامت اب کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایاہے،اورسرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''**انا خاتم النبیین لا نبی بعدی**'' (حدیث) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔مزید فرمایا ''**ختم بی النبیون**'' میرے ساتھ نبوت ختم کی گئی ہے۔ختمِ نبوت کے بارے میں یہی عقیدہ علمائے خلف وسلف کا چلا آرہا ہے جو کہ بالکل قرآن وسنت کے مطابق ہے اور عین ایمان ہے۔مذکورہ عبارت دیوبندیوں کے جس عقیدے کی وضاحت کر رہی ہے وہ عقیدہ قاسم نانوتوی کی اختراع ہے،جوکہ قرآن وسنت کے خلاف ہے،کفر ہے۔قاسم نانوتوی نے یہ عبارت لکھ کر بابِ نبوت کوکھولا غلام احمد قادیانی نے جب دروازہ کھلا دیکھا تو سوچا کہ قاسم نانوتوی نے بڑی جرأت اور ہمت کی ہے اور نبوت کا دروازہ جو رب ذوالجلال نے ہمیشہ کے لیے بند کر دیا تھا اسے اپنے قلم کی ایک ہی جنبش سے کھول دیا ہے،اب ایسا نہ ہو کہ کوئی دیوبندی اعلانِ نبوت کر دے،لہٰذا اس نے فوراً اعلان کیا کہ نبوت ورسالت کا دروازہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بند نہیں ہوا بلکہ میں ان کے بعد ظلی ، بروزی پھر حقیقی نبی بن کر آ گیا

ہوں۔(استغفر اللہ!)۔ پتہ چلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دیوبندیوں کے عقیدے کی پیداوار ہے۔یعنی عقیدۂ ختمِ نبوت میں شگاف ڈالنے کی بنیاد قاسم نانوتوی نے رکھی اور عمارت مرزا غلام احمد قادیانی نے کھڑی کردی، یہ ناجائز و کفریہ کمائی قاسم نانوتوی نے کی اور اس کفر کا فائدۂ ارتداد غلام احمد قادیانی نے اٹھایا، اسی کو کہتے ہیں کہ:

پکائے کوئی اور کھائے کوئی۔

پھر افسوس اس بات کا ہے کہ ''دجال کے دوست کون؟'' کتاب کا صفحہ نمبر ۱۹اور ۲۰ لکھتے وقت کتاب کے وہابی مصنف نے عقیدۂ ختم نبوت میں شگاف ڈالنے کی ذمہ داری مرزا غلام احمد قادیانی پر ہی ڈالتے ہوئے قاسم نانوتوی کی اس عبارتِ ملعونہ کو کیوں پسِ پُشت ڈال دیا۔

حوالہ نمبر۵: دیوبندی وہابی گروہ کا ایک اور عقیدہ ملاحظہ فرمایئے اور پھر غور کیجئے کہ ان کا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ان کے مقتدر و معتبر عالم اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ نماز میں حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال چونکہ تعظیم کے ساتھ آتا ہے لہٰذا شرک کی جانب کھینچ لے جاتا ہے۔اصل عبارت یہ ہے:

''صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آں معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از درصورت گاؤخر خود است کہ خیالِ آں با تعظیم و اجلال بسوئدائے دل انسانی می چسپد بخلاف خیال گاؤخر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر می بود و ایں تعظیمِ اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود بشرک می کشد''۔(صراط مستقیم صفحہ ۸۶)۔

مسلمانو! غور سے ایک بار پھر اس عبارت کو پڑھ لیں اور عقلِ سلیم سے پرکھیں کہ یہ دیوبندی ملا صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ ان کے نزدیک نماز میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تعظیم سے لانا تو مشرک بنا دیتا ہے۔ قابلِ غور امر یہ ہے کہ نماز میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ پاک ہے اور تعظیم ہی کے ساتھ ہے، اور جس کا ذکر کیا جائے اس کا خیال تو ضرور آتا ہے۔ دیکھئے نماز میں قرآنِ پاک پڑھنا فرض ہے، اور قرآنِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور ذکر ہے۔ پھر یہ کہ التحیات نماز میں واجب ہے اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جاتا ہے، اور سلام بھی کن پیارے الفاظ سے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بصیغۂ حاضر مخاطب کر کے پیش کیا جاتا ہے، اور اس حال میں کہ انسان بڑے ادب سے دوزانوں، سر جھکائے بیٹھا ہوتا ہے، اور **السلام علیک ایھا النبی** (سلام ہو آپ پر اے غیب کی خبریں دینے والے) کہتا ہے۔ جب اس غلامانہ انداز میں سلام پیش کیا جاتا ہے تو خیال یقیناً آتا ہے، اور پھر تعظیم ہی کے ساتھ آتا ہے، اور یہ خیال آنا ہمارے نزدیک روحِ عبادت ہے مگر دیوبندیوں کے نزدیک شرک ہے۔

اب خیال کی دو ہی صورتیں ہیں تعظیم کے ساتھ یا تحقیر کے ساتھ۔ اگر تعظیم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آیا تو بقول اسمٰعیل دہلوی شرک کی طرف کھنچ گیا، پھر کہاں کی نماز؟۔ اور اگر حقارت کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا تو یقیناً کفر ہوا، پھر کیسی نماز؟ کیوں کہ نبی کی حقارت کفر ہے۔ لہٰذا دیوبندی وہابی برادری، اسمٰعیل دہلوی کے حواری اور طرف دار بتائیں کہ نماز پڑھنے والے وہابی کے لیے کفر و شرک سے بچنے کی کونسی صورت ہو سکتی ہے؟ شاید یہ کہیں کہ التحیات ہی نہ پڑھی جائے مگر پھر بھی ان کے

لیے مصیبت یہ ہے کہ التحیات پڑھنا نماز میں واجب ہے، اور واجب کے قصداً ترک سے نماز نہیں ہوتی۔ پتہ چلا کہ اسمٰعیل کے مذہب پر نماز تو کسی صورت میں ہوگی نہیں۔اب فیصلہ کیجئے کہ یہ صراطِ مستقیم ہے یا صراطِ جحیم۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ناپاک عبارت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر بتایا ہے اسی توہین کا وبال ہے کہ ان کی نماز، نماز نہ رہی۔

حوالہ نمبر ۶: اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر و تکریم تمام انسانوں کی تکریم سے بلند و بالا ہے۔ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ شفا شریف میں فرماتے ہیں "**لا خلاف انہٗ صلوات اللّٰہ و سلامہٗ علیہ اکرم البشر** "اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے صاحبِ تکریم ہیں۔اور فرمانِ رب ذوالجلال ہے کہ "**وتعزروہ و توقروہ**" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو، مفسرین فرماتے ہیں "**ای تبالغوہ فی تعظیمہ**" اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔اور یہ حکم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہے۔ لہٰذا بڑے بھائی ، باپ، استاد، پیر کی تعظیم بلکہ عالمِ کائنات میں کسی کی تعظیم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔اس کے برعکس دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم کی طرح کرنی چاہئیے ، چنانچہ دیوبندیوں کے شہید مولوی اسمٰعیل دہلوی کی اصلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہیئے ،اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام زادے پیر وشہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگران کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کوان کی فرمانبرداری کا حکم ہے،ہم ان کے چھوٹے ہیں''۔(تقویۃ الایمان ۴۸).

مسلمانو! غور فرمائیں کہ ایسا عقیدہ قابلِ لعنت ہے یا نہیں؟ پڑھیئے اور حق و باطل میں تمیز کیجئے ،اور تجربہ کے لئے ان وہابی ملاؤں سے کہئے کہ''جناب باپ کی تعظیم اپنے بڑے بھائی کی سی ہی کیجئے''یقیناً جواب ملے گا''ارے نہیں،تو نے باپ کو بڑے بھائی کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیا ہے، جبکہ باپ تو میرے بڑے بھائی کا بھی باپ ہے۔ دیکھئے والدین کی تو یہ شان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ''**فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما**'' پس انہیں اف تک نہ کہہ اور انہیں نہ جھڑک۔لیکن بڑے بھائی کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ پتہ چلا کہ باپ کی شان بڑے بھائی سے اعلیٰ ہے،اور تعظیم بھی بڑے بھائی سے کہیں زیادہ ہے''۔پھر آپ کہہ دیجئے کہ''باپ تو ہے مگر ہے تو انسان ہی،اور انسان سب آپس میں بھائی ہیں'' جواب ملے گا ارے ہیں تو سب انسان ،مگر شان اپنی اپنی ہے''۔حضرات دیکھئے جو تعظیم باپ کے لیے باعثِ بے ادبی اور توہین ہے، وہی تعظیم ان گستاخوں، بے ادبوں نے انبیائے کرام کے لیے جائز قرار دے دی۔

اس قسم کے بے شمار ان کے کفریہ اور گندے عقائد ان کی کتابوں کے حوالہ جات سے پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن یہ مختصر کتاب ان سب کی متحمل نہیں ہو سکتی،نمونہ کے طور پر یہ

چھ حوالے پیش کیے گئے ہیں پڑھیے اور قیاس کیجئے کہ ان کفریات کے باوجود بھی اسلام کا دعویٰ، اور نکتہ چینی اہلِ حق پر۔ ایسے گندے اور کفریہ عقائد کو ڈاکٹر محمد عرفان/ شاہد سرور نے اپنی بدنامِ زمانہ کتاب دجال کے دوست کون؟ میں ''چھوٹے چھوٹے اور فروعی مسائل'' قرار دیا ہے، اس سے موصوف کے علم و عقل اور ایمان کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ مسلمانو! نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیا چھوٹا اور فروعی مسئلہ ہے؟۔

قارئینِ کرام! متذکرہ بالا عبارات کو پڑھیے اور غور کیجئے کہ اتحادِ ملت کو کس نے تار تار کیا؟ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کس نے اور کیوں کی؟ تو جواب یہی ہے کہ دیو بندی وہابیوں نے یہ کارنامۂ بد اتحادِ ملت کو تار تار کرنے کے لیے انجام دیا تھا۔ کارِ خود الزام بر دیگرے۔ سچ کہا کسی نے ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''۔

یہ توہین آمیز اور کفریہ عبارتیں یہاں نقل کرنے اور ان کے متعلقات تحریر کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ لبریز بکذب کتاب ''دجال کے دوست کون؟ میں دو تین مقام پر کتاب کے اجہل واضل مصنف نے ان عبارات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جتنے علماء انگریزوں کے خلاف کسی طور بھی کام کر رہے تھے ان تمام کی کتابوں کو بہت غور سے پڑھا پھر ہر ایک کی کتابوں سے کچھ عبارات چھانٹی، جن کو سیاق وسباق سے کاٹ کر ایسا بنایا کہ جو مسلمان بھی ان کو پڑھے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ یہ تو واقعی گمراہی کی بات ہے''۔ (صفحہ ٦٤)۔ چند سطور کے بعد لکھا ہے ''انہیں عبارات میں مزید کانٹ چھانٹ کی کچھ اور ہاتھ کی صفائی سے کام لیا''۔ (صفحہ ٦٤)۔ مطلب یہ کہ اس کتاب کے مصنف نے دجل وفریب سے ایک زبردست جست لگا کر عیاری ومکاری سے اہلِ اسلام کو

یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ یہ عبارتیں سیاق وسباق سے کاٹی گئی ہیں، سیاق وسباق سے دور کر کے انہیں کفریہ بنایا گیا ہے، اگر انہیں سیاق وسباق سے جدا نہ کیا جاتا تو یہ عبارتیں عین اسلام تھیں۔مگر افسوس کہ اس کتاب کے نا اہل مصنف نے یہ سب کچھ تو لکھا لیکن کسی ایک عبارت کو سیاق وسباق کے ساتھ پیش کر کے مثال دینے سے قاصر وعاجز رہا کہ دیکھئے سیاق وسباق کے ساتھ تو یہ درست معانی بنتے ہیں، اور سیاق وسباق سے اسے اس طرح ہٹایا گیا اور پھر یہ کفریہ معانی پیدا کیے گئے۔مصنف کے اس عجز سے اس کے دجل وفریب کا ظہور روزِ روشن کی طرح ہوتا ہے۔

مسلمانو! اس قسم کے دجل وفریب اور عیاری ومکاری سے صرف مصنفِ مذکور نے ہی کام نہیں لیا ہے بلکہ ہر دیو بندی وہابی، مذکورہ عبارات کے تحریر کرنے والوں کی تائید میں اپنی جہالت، ضلالت، گمراہی اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دیتے ہوئے ایسے ہی دجل وفریب سے کام لیا کرتا ہے مگر بات بنتی نظر نہیں آتی، اس لیے کہ وہ کتابیں جن میں یہ عبارات مکتوب ہیں، سب موجود ہیں۔کوئی وہابی ان عبارات کو سیاق وسباق کے ساتھ پیش کر کے آج تک ان کا عین اسلام ہونا ثابت نہیں کر سکا اور نہ ہی قیامت تک ثابت کر سکے گا۔اس لیے کہ یہ عبارات اپنے معانی ومطالب اور مفاہیم کے اعتبار سے تام اور مکمل ہیں کوئی عبارت بھی اپنے مفہوم کی وضاحت کے لیے عبارت ماسبق ومابعد کی محتاج نہیں ہے۔

وہابی طبقہ کی پریشانی

اس طرح کے مسائل اور کفریہ عقائد سے یقیناً یہ طبقہ سخت پریشان ہے، لاجواب ہونے کی

وجہ سے شرمندہ بھی ہے، پچھتا بھی رہا ہے، مگر سخت پریشانی، شرمندگی اور پچھتاوے کے با وجود بھی ضد پر اڑا ہوا ہے۔اس طبقہ کی پریشانی اور شرمندگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تھانوی صاحب کے مریدین نے حیدرآباد سے انتہائی منت وسماجت کے ساتھ اپنا خط بھیجا کہ وہ عبارت جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی ہے اس میں مناسب ترمیم کر دی جائے۔ اس خط کو تھانوی صاحب نے ''تغییر العنوان'' کے آغاز میں نقل کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیے تھانوی صاحب کے محبین کی عبارت:

''ایسے الفاظ جن میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علومِ مجانین و بہائم سے تشبیہ دی گئی جو بادی النظر میں سخت سوءادبی کا مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کرلیا جائے، جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے وہ عبارت آسمانی و الہامی نہیں جس کی مصدرہ صورت اور ہیئت عبارت کا بحالہ یا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو''۔

دیوبندی علماء نے یہ بے تکی کفریہ عبارات کیوں تحریر کیں، محض اس لیے کہ ملت اسلامیہ کے اتحاد کو تار تار کر کے انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے، اوران کی جانب سے ملے نذرانے ہضم کرنے کے لیے،اس کی قدرے تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات میں قارئین کی نذر کی جائے گی۔انہوں نے تو کارنامہ انجام دینا تھا دے دیا مگر افسوس یہ ہے کہ بعد والے دیوبندی وہابی جماعتی ضد و تعصب میں آنکھوں پر ان کے اخراج کردہ کفر کی پٹی باندھ کر ان کے پیچھے چل پڑے،اور جانتے ہوئے بھی جیسا کہ اوپر والی عبارت سے معلوم ہوا ،ان

کفریات سے براءت کا اعلان نہیں کرتے اور نہیں مانتے، کیوں کہ اگر وہ یہ مان لیں گے کہ ہمارے اکابرین نے یہ غلط کیا کہ کفریہ عقائد کی تشہیر کر کے عوام الناس کو گمراہ کیا، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے دنیا کے چند ٹکوں کے عوض دائرۂ ایمان سے نکل کر آخرت کا خسارہ مول لیا ہے تو ناک کٹ جاتی ہے۔ عزت خاک میں مل جاتی ہے، مگر افسوس! ان نادانوں کو معلوم نہیں کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، اور دونوں جہاں کے اعزازات وانعامات سے نوازا جاتا ہے۔ لہٰذا اپنے قلب میں دردِ انسانیت رکھتے ہوئے حق تبلیغ ادا کرتا ہوں کہ ضد وہٹ دھرمی مت کرو، کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہوجاؤ، اور ''انھم الفو آباء ھم ضآلّین0فھم علٰی آثارھم یھرعون0'' (بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تو اب وہ ان کے نقشِ قدم پر دوڑے جارہے ہیں) کے مصداق نہ بنو۔

ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور کی مکاری

مسلمانو! غور کرو کہ ''دجال کے دوست کون؟'' کا منحوس مصنف اپنی مکاری کا زبردست ثبوت دیتے ہوئے ''المہند'' کا تارِ عنکبوت سے بھی کمزور سہارا لیتے ہوئے، ان ہی کفریہ عقائد کے متعلق صفحہ نمبر ٦٦ پر لکھتا ہے:

''یہی عقائد اہل سنت والجماعت کے خلف وسلف سے چلے آرہے ہیں''۔

غور کیجیے کہ اہل سنت کے خلف کون ہیں اور سلف کون ہیں؟ واضح رہے کہ اہلسنت وجماعت کے اسلاف حضرات خلفائے راشدین، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین

علیہم الرحمۃ والرضوان ہیں اورم بعدھم جمیع اہلسنت خلف میں داخل وشامل ہیں، اور جواس دیرۂ اہل سنت وجماعت سے باہر ہووہ بددین گمراہ اور جہنمی ہے۔لہٰذااس کتاب کے مصنف ہی کونہیں بلکہ تمام دیوبندی وہابی برداری کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کہ ''یہی عقائد اہل سنت والجماعت کے سلف وخلف سے چلے آرہے ہیں'' کوئی ایک دلیل لائیے کہ خلفائے راشدین، صحابۂ کرام، تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان میں سے کس کے عقیدے کی ترجمانی یہ عقائد ہیں، یعنی عالمِ اسلام کی ان مقدس ہستیوں میں سے کس ہستی کا یہ عقیدہ تھا کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نماز میں حضورِ اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر ہے (استغفر اللہ! نقلِ کفر کفر نباشد) سب دیوبندی وہابی مل کر زور لگاتے رہیں تو بھی ثابت نہ ہو پائے گا۔ذی علم قارئین حضرات سے گذارش ہے کہ اس سلسلے میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے اور فیصلہ کیجئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد کے خلاف ایسے گندے گھناؤنے اور ناپاک عقیدے رکھنے والے دجال کے دوست ہیں یانہیں؟

حدیث شریف: **حدثنا عبد اللّٰہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابی حازم بن دینار عن سھل بن سعد ن الساعدی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذھب الٰی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینھم فحانت الصلٰوۃ فجآ ء المؤذن الٰی ابی بکر فقال اتصلی الناس فاقیم قال نعم فصلّٰی ابو بکر فجآء رسول للّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والناس فی الصلٰوۃ فتخلص حتّٰی وقف فی الصف**

فصفق الناس و کان ابو بکر لا یلتفت فی صلٰوتہٖ فلما اکثر الناس التصفیق التفت فراٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان امکث مکانک فرفع ابو بکر یدیہ فحمد اللّٰہ علٰی مآامرہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ذٰلک ثم استاُخر ابو بکر حتی استویٰ فی الصف وتقدم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلّٰی فلما انصرف قال یا ابا بکر ما منعک ان تثبت اذ امرتک فقال ابو بکر ما کان لابن ابی قحافۃ ان یصلی بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم فقال رسول للّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مالی راَیتکم اکثرتم التصفیق من رّابہ شیءٌ فی صلٰوتہ فلیسبح فا نہ اذا سبح التفت الیہ وانما لتصفیق للنّسآء۔ (بخاری شریف، کتان الاذان، حدیث نمبر ۶۸۴ صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ دار السلام، ریاض سعودی عرب)۔

ترجمہ: سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف (یہ مالک بن اوس کی اولاد میں سے تھے اور قباء میں رہتے تھے) کی طرف تشریف لے گئے تا کہ ان کے درمیان صلح کرائیں۔ نماز (عصر) کا وقت قریب ہوا تو موذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے پاس آئے اور عرض کیا، کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے، اگر میں اقامت کہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ''ہاں''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نماز پڑھانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے حالانکہ لوگ نماز میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں میں گزرتے ہوئے صف میں آکر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے تالیاں بجائیں (تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ متوجہ ہوں) لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے اور

جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں بجائیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے یہاں تک کہ صف میں آ کر سیدھے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئے اور نماز پڑھائی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے ابو بکر جب میں نے تم کو حکم دیا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو تو تم کو ثابت قدم رہنے سے کس نے منع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (دست بستہ) عرض کی ''ابن ابی قحافہ میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو دیکھا ہے کہ تم نے تالیاں بہت بجائیں ہیں۔ (فرمایا کہ) جسے نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو وہ تسبیح (سبحان اللہ) کہے تو اس کی جانب توجہ ہوگی اور تالیاں بجانا صرف عورتوں کے لیے ہے۔

حدیث شریف: **حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزھری قال اخبرنی انس بن مالک الانصاری و کان تبع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم و خدمهٗ و صحبهٗ ان ابا بکر کان یصلی بھم فی وجع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الذی توفی فیه حتّٰی اذا کان یوم الاثنین وھم صفوفٌ فی الصلٰوۃ فکشف النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ستر الحجرۃ ینظر الینا و ھو قائمٌ کانّ وجهٗ ورقة مصحف ثم تبسم یضحک فھممنا ان نفتتن من الفرح برؤیة النبی**

صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنکص ابو بکر علٰی عقبیہ لیصل الصف و ظن ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم خارجٌ الی الصّلٰوۃ فاشار الینا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتموا صلٰوتکم و ارخی الستر فتوفی من یومہ ۔(بخاری شریف، کتاب الاذان، حدیث نمبر ۶۸۰، مطبوعہ دارالسلام، ریاض سعودی عرب)۔ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم صلی للہ علیہ وسلم کے اطاعت گزار، خادم اور صحابی تھے، روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت وصال میں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے یہاں تک کہ جب سوموار تھا لوگ نماز میں صف بستہ کھڑے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کھڑے کھڑے ہماری طرف دیکھنے لگے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مصحف کا ایک ورق تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے مسکرائے، دیدارِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب خوشی سے ہم نے فتنہ میں پڑھ جانے کا قصد کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے آئے تا کہ صف تک پہنچیں اور گمان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لانے والے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نیچے گرادیا اور اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

حدیث شریف: حدثنا مسدد نا عبدالواحد بن زیاد عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر عن ابی معمر قال قلنا لخبّاب ھل کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقراء فی الظھر والعصر قال نعم قلنا بم کنتم تعرفون ذاک؟قال باضطراب لحیتہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔(ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب القراءۃ

فی الظھر ،حدیث نمبر ۱۰۸ صفحہ ۱۲۴،مطبوعہ دار السلام، ریاض سعودی عرب)۔

ترجمہ: ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ کیا ظہر اور عصر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرن مجید پڑھا کرتے تھے ۔فرمایاہاں ، ہم عرض گزار ہوئے کہ آپ حضرات کو اس کا کیسے پتہ لگتا تھا؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کے ہلنے سے۔

ان احادیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حالتِ نماز میں بھی تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فراموش نہیں کیا، اور دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس کو حالتِ نماز میں بجھایا۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عین نماز کی حالت میں چہرہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرماتے ہیں تو تعظیماً ایڑیوں کے بل پیچھے پلٹ جاتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ نیچے گرا دیا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوری نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ تصور میں ادا فرمائی ، اور ان کی نماز پر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان نمازوں میں تمام صحابہ خصوصاً صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا چہرہ کعبہ کی طرف تھا اور دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ۔ زبان (تلاوتِ) قرآن میں مصروف تھی اور کان حضور صلی للہ علیہ وسلم کی طرف ۔ اس سے ان کی نماز زیادہ کامل ہوئی ورنہ نماز کے خشوع میں کسی کی آہٹ کیسے سُنی جا سکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عین

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب (تعظیم) کرتے تھے، کہ ادباً پیچھے ہٹ کر مقتدی بننے لگے کہ یہ ادب شرک نہ تھا بلکہ کمالِ توحید۔ پھر یہ کہ جناب خباب رضی اللہ عنہٗ نے جناب ابو معمر رضی اللہ عنہٗ کے پوچھنے پر کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر میں قراءت فرماتے تھے؟ فرمایا ''ہاں'' کہا کیسے پتہ چلا، جواب فرمایا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہو کہ صحابۂ کرام علیہم لرضوان جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کا مرکزِ تصور ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی اور ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جانب ہوتی تھیں۔

جناب ڈاکٹر عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیو بندی وہابیو! اب پھر ایک بار صراطِ مستقیم کی مذکورہ عبارت غور سے پڑھئے اور پھر بخاری شریف اور ابو داؤد شریف کی مذکورہ احادیث کو پڑھ کر بتایئے کہ افضل البشر بعد الانبیاء، جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ اور ان تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے جنہوں نے عین نماز کی حالت میں تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنی نماز کو تصورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہو کر ادا کیا۔ اور پھر جناب ڈاکٹر عرفان خان/ شاہد سرور صاحب اپنی جہالت و ضلالت کا ماتم کیجئے کہ آپ نے ایسے گندے عقائد کے بارے میں ''یہی عقائد اہل سنت والجماعت کے خلف وسلف سے چلے آرہے ہیں'' تحریر کر کے اہل سنت و جماعت کے خلف وسلف پر کمال دریدہ ذہنی سے الزام تراشی کی ہے۔ اب رہی بات تمہاری ''المہند'' کی جس کی تم نے بار بار اپنی کتاب میں تعریف کی ہے تو اس میں مولوی خلیل احمد نے ان کفریہ عبارات اور کفریہ عقائد کو کمالِ مکاری سے علمائے حرمین شریفین سے پوشیدہ رکھا اور عقائدِ حقہ اہل

سنت و جماعت کا اظہار کر کے ان کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی ، جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں ۔

"المهند على لمفند"

کے مصنف کی مکاری کا انکشاف

المہند علی المفند کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے اپنی فتنہ پرور کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' کے صفحہ نمبر ٦٦ پر لکھا ہے:

''جن لوگوں کی عبارات کاٹ چھانٹ کر پیش کی گئی تھی ان میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری بھی تھے ۔ انہوں نے ان عبارات کو سیاق وسباق سے جوڑ کر اصل مفہوم کو واضح فرمایا اور المہند علی المفند نامی کتابچہ مرتب کر کے ان عرب علمائے کرم کو دکھایا جن کو دھوکہ دیا گیا تھا تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے''۔

اس عبارت میں مصنف نے تین باتیں بیان کی ہیں اور تینوں فریب ہیں ۔ اول یہ کہ علمائے حرمین کے سامنے ''عبارات کو کاٹ چھانٹ کر پیش کیا گیا تھا'' لہٰذا اس کا جواب گذشتہ صفحات میں دیا جا چکا ہے ۔ دوم یہ کہ ''مولوی خلیل احمد نے ان عبارات کو سیاق و سباق سے جوڑ کر اصل مفہوم واضح کیا''۔ سوم یہ کہ ''ان عرب علمائے کرام کو دکھایا جن کو دھوکہ دیا گیا تھا''۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عوام وخواص اہلِ اسلام کے سامنے المہند کی اصلی عبارتیں پیش کی جائیں اور یہ بھی ثابت کیا جائے کہ المہند کن علمائے عرب کو دکھائی گئی تھی ،

تا کہ حق کھل کر سامنے آئے اور اہلِ اسلام دیو بندیوں کے دجل و فریب سے آگاہ رہیں۔

مسلمانو! اس وقت میرے سامنے ''**المهند على المفند**'' (مترجم) مطبوعہ ادارہ اسلامیات۔۱۹۰، انارکلی لاہور موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۲۳ پر دیئے گئے مصنف کے دجل کو ملاحظہ فرمایئے۔ وہابی ہندوستان میں کس کو کہتے ہیں؟ اس کی تفصیل میں علمائے عرب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دھوکہ دیا اور لکھا کہ:

''من منع عن سجدة قبور الاولياء و طوافها فهو وهابى بل و من اظهر حرمة الربٰى فهو وهابى و ان كان من اكابر اهل الاسلام و عظمائهم''

ترجمہ: جو اولیاء کرام کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت کو ظاہر کرے وہ وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو۔

دیکھئے کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ مزارات و کسی بھی معزز مخلوق کو یعنی ماسوا اللہ کو سجدہ تعظیمی بالا جماع حرام اور سجدۂ تعبدی شرک ہے، سود بالا جماع حرام اور طواف بیت اللہ کے سوا کا ناجائز ہے۔ مگر خلیل احمد نے اپنی کفریہ عبارات پر پردہ ڈالتے ہوئے علمائے عرب سے چھپا کر یہ ظاہر کیا کہ سجدۂ قبور و طوافِ قبور سے روکنے والے اور سود کی حرمت ظاہر کرنے والے کو وہابی کہتے ہیں۔ دیکھئے عقیدۂ اسلام کو عقیدۂ وہابیہ ثابت کیا جا رہا ہے، اور یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ سجدہ و طوافِ قبور اور سود سے منع کرنے والے صرف ہم لوگ (دیو بندی) ہی ہیں باقی ان تمام کو جائز سمجھتے ہیں، معاذ اللہ! کس قدر دجل ہے، کذب بیانی ہے، اور عیاری و مکاری ہے۔ یہاں تو علمائے عرب کو دھوکہ دے کر ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے وہابی کی تعریف کی گئی کہ جو سجدۂ قبور اور طواف سے روکے، جو سود کی حرمت کو ظاہر کرے وہ ''وہابی''

ہے۔مگر فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ نمبر ۸ پر ان ہی دیو بندیوں کے امام ربانی رشید احمد گنگوہی نے وہابی کی تعریف یہ کی ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں''۔

دیکھیے کہ خلیل احمد صاحب ہندوستان میں تھے تو وہابی کی تعریف یہ تھی جو ان کے امام ربانی نے فرمائی۔ جب سعودی عرب پہنچے تو رنگ بدل گیا، خیال بدل گیا، ہوا بدل گئی تو تعریف بھی بدل گئی۔تعریف کیوں بدلی؟ صرف اس لیے کہ اگر اپنے امام ربانی والی تعریف رہتی تو علمائے عرب کی حمایت حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

دوسرا دجل: محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں جو عقیدہ ہے وہ ان کے امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) نے فتاویٰ رشیدیہ جلد اول صفحہ ۸ پر ظاہر کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

''محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا''۔

اور صفحہ نمبر ۹ ۷ جلد ۳ میں لکھا ہے:

''محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا، سُنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا اور بدعت وشرک سے روکتا تھا''۔

پتہ چلا کہ دیو بندیوں کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب اچھا تھا، اس کے عقائد عمدہ تھے، وہ عامل بالحدیث تھا، حنبلی مذہب رکھتا تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا۔ یہ سب صفات نیک اور صالح ہونے کی ہیں مگر ''المہند'' کے مصنف خلیل احمد سے جب محمد بن عبدالوہاب

نجدی کے بارے میں سوال کیا گیا تو علمائے عرب کے سامنے اپنے آپ کو سُنی ظاہر کرنے کے لیے صفحہ نمبر ۴۶ پر لکھ دیا کہ ''ہم اس کو خارجی جانتے ہیں''۔ ملاحظہ فرمایئے اصلی عبارت:

''الحکم عندنا فیهم ماقال صاحب الدرالمختار هم قوم لهم منعه خرجو علیه بتاویل یوون انه علی بطل کفرا و معصیة توجب قتالهٔ''

ترجمہ: ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحبِ درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے۔ (المہند ۴۶)

دیکھئے جناب والا گرگٹ کی طرح کیسے رنگ بدلا گیا۔ ان کے امام ربانی صاحب تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعریف میں رطب اللسان اور خلیل احمد صاحب اس پر خارجی ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

تیسرا دجل: مولوی خلیل احمد نے علمائے عرب کے سامنے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی جیسی کرنے کے بارے میں اپنا عقیدہ اور فتویٰ جو ظاہر کیا اس کی عربی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''من یقل ان النبی علیه السلام لیس له فضل علینا الا کما یفضل الاخ الاکبر علی الاصغر فنعقد فی حقه انه خارج عن دائرة الایمان''۔

(المہند صفحہ ۵۴)۔

ترجمہ: جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ لسلام کو ہم پر بس اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو

چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ دائرۂ یمان سے خارج ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ علمائے عرب کے سامنے تو یہ ظاہر کیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس عقیدہ پر دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے وہ عقیدہ خود ان کا اپنا بلکہ سبھی وہابیوں کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہیئے ،اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء امام زادے پیر وشہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے اور ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ۴۸)۔

مولوی خلیل احمد نے خود اپنی کتاب ''براہینِ قاطعہ'' کے صفحہ نمبر ۳ پر لکھا ہے: ''اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلافِ نص کہہ دیا، وہ خود نص کے مطابق ہی کہتا ہے''۔

اب بتائیے کہ اس مکاری و دجل کی کیا انتہا ہے کہ جو عقیدہ بار بار چھاپ چکے، علمائے عرب کے سامنے اس کا کیسا صاف انکار کر دیا۔ المہند کی تعریف کرنے والے ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیوبندیو! تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے اور پھر مولوی خلیل احمد کی المہند کی عبارت پڑھیے اور بتائیے کہ خلیل احمد کے فتویٰ کے مطابق اسمٰعیل صاحب مصنف تقویۃ الایمان دائرہ ایمان سے خارج ہوئے یا نہیں؟

چوتھا دجل: المہند کا جو نسخہ میرے سامنے موجود ہے اس کے صفحہ ۵۷ پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے ہوئے مولوی خلیل احمد نے لکھا ہے:

"نتیقن ان من قال ان فلانا اعلم من النبی علیہ ا لسلام فقد کفر وقد افتٰی مشائخنا بتکفیر من قال ان ابلیس اللعین اعلم من النبی علیہ السلام"۔

ترجمہ: ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔

علمائے عرب کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے تو یہ عقیدہ ظاہر کیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص کو اعلم کہنے والے کو کافر بتایا، اور براہین قاطعہ میں خود ہی شیطان لعین کے لیے وُسعتِ علم کو ثابت کیا، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نص قطعی سے انکار کرتے ہوئے خود ہی شیطان لعین کا علم زیادہ بتایا۔ اس طرح خود اپنے ہی فتوے کی زد میں آ کر کافر ہوئے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

براہین قاطعہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

’’غور کرنا چاہیئے کہ شطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیّہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وُسعت نص سے ثابت ہونا فخر عالم کو وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے‘‘۔

المہند کے مصنف نے سوال نمبر ۲۰ کا جواب دیتے ہوئے صفحہ نمبر ۶۴ پر لکھا ہے:

’’و نتیقن بان معتقد مساواة علم النبی علیه السلام زید و بکر و بهائم و مجانین کا فر قطعا‘‘۔

ترجمہ: ہمارے نزدیک متیقن ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔ اب دیکھو کہ ایسا کہنے والا کون ہے؟ حفظ الایمان کی عبارت پڑھ لو:

’’آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم لگایا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بکر و ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو حاصل ہے‘‘۔ (حفظ الایمان صفحہ ۸)۔

پتہ چلا کہ ایسا کہنے والا اشرف علی تھانوی ہے تو خلیل احمد نے اشرف علی تھانوی کو کافر بلکہ قطعاً کافر بتایا۔ حقیقت میں دونوں قطعاً کافر ہیں۔ کتنی عیاری و مکاری ہی نہیں بلکہ منافقت ہے کہ عقائد تو کچھ ہیں مگر علمائے عرب کے سامنے کچھ پیش کیے گئے۔ دیو بندیو! بتاؤ، کیا تمہارے نزدیک اسی کا نام ایمانداری و دیانتداری ہے؟ تمہارے اکابرین نے اپنے

گندے عقائد کو علمائے عرب سے تو چھپالیا، مگر بتاؤ! کیا اللہ تبارک وتعالیٰ سے بھی چھپا پاؤ گے؟ لہٰذا غور کرو، جو مر گئے سو مر گئے، جو زندہ ہو، آخرت کا خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، کیا جواب دو گے؟ لہٰذا ہٹ دھرمی مت کرو، توبہ کرو، اور سیدھے سادے اہلِ اسلام کو گمراہ مت کرو۔

''المہند'' میں مولوی خلیل احمد نے کتنے دجل وفریب، عیاری ومکاری اور دھوکہ سے کام لیا ہے، اور علمائے عرب کی آنکھوں میں دھول جھونکی ہے، اس کا اندازہ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرمالیں، اس لیے کہ سب مکاریوں کی تفصیل کی حامل یہ مختصر جوابی کتاب نہیں ہوسکتی۔ صرف اتنا جان لیں کہ یہی حال پوری کتاب ''المہند'' کا ہے۔

ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیوبندی وہابیو! یہ ہے تمہاری ''المہند''۔ اسے غور سے پڑھ کر معلوم ہوا کہ تمہاری اس مایہ ناز کتاب کے مایہ ناز مصنف نے علمائے عرب کو اپنے دھرم کے پیشواؤں کی اصلی عبارتیں پیش نہیں کیں، اپنا عقیدہ اپنی مذہبی کتابوں کے خلاف بتایا، چھپی ہوئی کتابوں کے اصل مضمون سے انکار کر ڈالا اور خلاصہ کے نام سے بالکل نیا مضمون لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیا جس کے معنی کا بھی ان کتابوں میں کہیں پتہ نہیں۔ پھر یہ کہ جو مضمون اصل کتابوں میں ہے اس پر کفر کا فتویٰ دے دیا۔ ان کتابوں کے مضمون کے مطابق عقیدہ رکھنے والے کو ملحد، زندیق، ملعون، کافر ومرتد لکھا۔ جس فعل کو ان کی کتابوں میں شرک یا بدعتِ سیہ یا حرام لکھا ہے اسے اعلیٰ درجہ کی عبادت، نہایت ثواب، قریب الواجب، نہایت پسندیدہ، اعلیٰ درجہ کا مستحب لکھا ہے، اور جگہ جگہ جھوٹ لکھ کر علمائے عرب کو دھوکہ دیا ہے، علاوہ ازیں حضور اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت علیہ ا

لرحمۃ کو گالیاں دی ہیں۔مزید برآں یہ کہ مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ کے دستخط اور مہر ''المہند'' پر نہیں ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر خلیل احمد کی مکاری کھل گئی اور نہوں نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی، حالانکہ حسام الحرمین میں ان کی تقریظ موجود ہے۔حضرت شیخ الدلائل مولانا مولوی شاہ عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ شریف حسام الحرمین میں موجود ہے۔المہند پر ان کے دستخط بھی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عربی اردو دونوں زبانیں جانتے تھے اور دیو بندیوں کے عقائد کفریہ سے بخوبی واقف تھے۔اگر خلیل احمد صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کی دجالی کا لفافہ حضرت ہی کھول ڈالتے ،اس لیے ان کے دستخط بھی نہیں لیے گے، کیا یہ کذابی کی دلیل نہیں ہے؟ ۔ مدرسہ صولتیہ جو مکہ مکرمہ میں تھا اس کے مدرسین اکثر دیو بندی عقائد سے واقف تھے ان میں سے بعض حضرات نے حسام الحرمین پر تقریظیں لکھیں مگر المہند میں ان میں سے کسی کے دستخط بھی نہیں لیے گئے، کیا یہ کذابی کی دلیل نہیں ہے؟۔

واضح رہے کہ حسام الحرمین میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ لرحمۃ نے اکابرین دیو بند کی کفریہ عبارات کا درست ترجمہ اور نقولِ کتب بھی علمائے حرمین شریفین کے حضور پیش کی تھیں،(جسے شک ہو حسام الحرمین میں ملاحظہ کر لے) تو انہوں نے کفر وارتداد، بے دینی و وہابیت کے فتوے صادر فرمائے تھے۔کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر مولوی خلیل احمد کے نزدیک ان عبارات حفظ الایمان ۸، براہینِ قاطعہ ۵۱ ،تحذیر الناس ۳، ۱۴،اور ۲۸ میں کوئی کفر نہ تھا تو ان کو ڈر کس بات کا تھا،ان پر لازم تھا کہ وہی اصل عبارتیں علمائے حرمین طیبین کے سامنے پیش کرتے ان کے صحیح ترجمے عربی میں لکھتے ، پھر ان عبارتوں کے صحیح مطالب جو ان کے نزدیک

تھے وہ بتاتے ،اور پھران حضرات سے پوچھتے کہ ان عبارتوں کے یہی مطلب ہیں یانہیں؟ اور یہ عبارتیں کفر سے پاک ہیں یانہیں؟ دیکھئے مولوی خلیل احمد صاحب نے ایسانہیں کیا تو ثابت ہو گیا کہ خود انہیں بھی یقین قطعی تھا کہ ان عبارات میں یقیناً کفریات بھرے ہوئے ہیں اگر پھران ہی عبارتوں کو علمائے حرمین شریفین کے سامنے عربی میں ترجمہ کر کے پیش کر دیا گیا تو پھر وہی کفر وارتداد، بے دینی ووہابیت کے فتوے صادر ہوں گے جو حسام الحرمین میں صادر ہو چکے ہیں۔

حقائق تاریخ کے آئینے میں

انگریزوں نے ہندوستان پر غاصبانہ قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔انہوں نے نئے نئے خیالات دے کر اور اپنے تمام تر ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے ہندوستانی عوام کو ذہنی اور جسمانی طور پر ہر طرح سے غلام بنا رکھا تھا۔ جب انگریزوں کا ظلم وستم اور شاطرانہ سیاست انتہا کو پہنچی ،مشیت الٰہی کو جلال آیا،بس پھر کیا تھا ہندوستانیوں میں بیداری آئی، اذہان وافکار نے اپنی بلندی کا چراغ روشن کیا،اور ہندوستانی اپنے وطنِ عزیز کی حفاظت کا ایک پیغام لے کر اٹھے۔ ماحول گرم ہوا۔ بالآخر انگریزوں کی عامرانہ حکومت ختم ہوئی،اور آزادی کا چراغ روشن ہو گیا۔ جدو جہد آزادی کے تعلق سے اس تاریخی حقیقت کی بھی وضاحت کردوں کہ صرف تین دن میں نوے ہزار آدمیوں کا قتلِ عام ہوا تھا۔اس جنگِ آزادی میں مسلمانوں کا کیا کردار رہا تھا، ہر پڑھا لکھا انسان ،تاریخ سے معمولی بھی واقفیت

رکھنے والا جانتا ہے کہ اس جنگِ آزادی میں صرف اہل سنت و جماعت کے ستائیس ہزار بڑے بڑے علمائے کرم و دانشور حضرات شہید ہوئے۔ انہوں نے سیاسی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام و وطن کے تحفظ کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیا تھا۔ علمائے حق اہلسنت و جماعت کی شہادتوں کا سلسلہ حضرت علامہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہوتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، جس کی پاداش میں انہیں کالا پانی کی سزا ملی اور دورانِ سزا وہ شہید ہو گئے۔ پھر حضرت علامہ مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، جس پر انگریز پاگل کتوں کی طرح ان کی تلاش میں مصروف ہو گئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ بچتے بچاتے دہلی پہنچے، ایک کلال کی مخبری پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا، اور سولی پر چڑھایا گیا۔ تختۂ دار پر آپ رحمۃ اللہ علیہ جب کھڑے تھے اور زندگی چند ہی لمحے باقی تھے اس وقت بھی آپ رحمۃ للہ علیہ نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں مندرجہ ذیل نعت شریف پڑھی، اور امت مسلمہ کو درسِ عبرت دے گئے:

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہمسفیرو! باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پہ نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پہ خاکی کفن رہ جائے گا

نامِ شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں

حشر تک نام و نشانِ پنجتن رہ جائے گا

جو پڑھے گا صاحبِ لولاک کے اوپر درود

آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک

نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

دیکھئے جناب! سر پہ موت منڈلا رہی ہے، زندگی کے آخری لمحات ہیں، اور عاشق اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتِ پاک گنگنا رہے ہیں، کیا ہی عشق ہے، کیا ہی ایمان ہے۔ اس کو کہتے ہیں سنیت، جاتے جاتے عظمت و عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ! یہ ہے اکابرین اہلسنت کا کردار اور جذبۂ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان تمام حقائق سے آنکھیں بند کر کے ''دجال کے دوست کون؟'' کتاب کے صفحہ نمبر ۷۰ پر کتاب کے مصنف نے لکھا ہے:

''عجیب اتفاق ہے کہ کوئی نامور بریلوی رضا خانی ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس نے گوروں کے خلاف کوئی کارنامہ انجام دیا ہو جس پر وہ گوروں کی طرف سے عتاب کا شکار ہوا ہو''۔

اس عبارت میں مصنف کی عیاری، مکاری، دجل وفریب ملاحظہ فرمالیجئے۔ اول یہ کہ مصنف نے ''رضا خانی'' لکھ کر دریدہ ذہنی اور بدتمیزی کا ثبوت دیا ہے اور امتِ مسلمہ کے سادہ لوح انسانوں کو یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ ''رضا خانی'' ایک الگ فرقہ ہے، جبکہ مصنف کی یہ خود ساختہ اصطلاح ہے۔ واضح رہے کہ بریلوی رضوی سُنی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے، بلکہ اہلسنت و

جماعت ہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب سے گستاخانِ رسول دیوبندی وہابیوں نے جن کے اکابرین کی گستاخیوں کی تفصیل گذشتہ صفحات میں بحوالہ دی جا چکی ہے اپنے آپ کو باوجود کفریہ عقائد کے ''اہل سنت والجماعت'' کہنا اور لکھنا شروع کردیا تو ہم نے تمیز اور پہچان کے لیے ایک سچے عاشقِ رسول، عالمِ برحق، اعلیٰ حضرت، مجدد دین وملت، امام محمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی سچی نسبت حاصل کر لی، اور بریلوی رضوی لکھنا شروع کیا تا کہ اہلسنت کہلانے والے گستاخانِ رسول اور سچے غلامانِ رسول میں فرق واضح ہو جائے۔

دوم یہ کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں لڑی گئی۔(دیکھئے دجال کے دوست کون؟ صفحہ نمبر۲۲) اور سیدی اعلیٰحضر ت رضی اللہ عنہ کی ولادت شریف ۱۸۵۶ء میں ہوئی ہے۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر شریف صرف ایک سال تھی۔غور کیجئے کہ اس وقت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نسبت ''بریلوی'' رکھنے والا کوئی شخص دنیا میں موجود تھا؟ جس کے بارے میں ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور یہ لکھ رہے ہیں کہ ''کوئی نامور بریلوی رضا خانی ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس نے گوروں کے خلاف کوئی کارنامہ انجام دیا ہو جس پر وہ گوروں کی طرف سے عتاب کا شکار ہوا ہو''۔کتنی بڑی جہالت ہے، اور نکتہ چینی اہلِ حق پر کرنے بیٹھ گئے۔

ہندوستان کے مذہبی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے جب ہم غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک اسلام میں ویسے تو بہت سارے فرقے پیدا ہو چکے تھے مگر بھارت کی سرزمین پر جب اسلام کے ماننے والے اسلامی ماحول لے کر آئے تو شہاب الدین

شاہجہان تک صرف سُنی ہی تھے۔ دیکھئے ہندوستان میں اسلام پھیلانے کے لیے حضرت خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو آپ رحمۃ للہ علیہ کی کوششوں سے اسلام پھیلا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ حنفی تھے، یعنی آپ رحمۃ للہ علیہ کا تعلق اہلسنت و جماعت سے تھا۔اپنے لشکر کے ساتھ سندھ میں اترنے والے محمد بن قاسم کا بھی یہی مسلک تھا۔ پھر غزنوی دور ہو یا غوری یا پھر تقریباً تین صدیوں سے بھی زیادہ عرصے تک ہندوستان پر حکومت کرنے والے مغلوں کا دور ہو، ان تمام ادوار کے اسلامی ذمہ داران کا تعلق اہلسنت و جماعت ہی کے ساتھ تھا۔ان میں سے کسی کے عقائد ایسے گستاخانہ اور کفریہ نہ تھے جیسے کہ علمائے دیو بند نے اپنی کتب میں پیش کیے ہیں۔ مغلیہ دور کے شاہ شہاب الدین شاہجہان نے جب نور جہان کو پنی ملکہ بنایا تو اس دور میں ہندوستان کی سرزمین پر شیعوں کا وجود ہوا۔انہوں نے ملکی معاملات میں اثر ورسوخ پیدا کر لیے پھر حکومت کے نظم و نسق میں بھی انہیں عہدے مل گئے۔انگریزوں کے جانے کے بعد مشترکہ حکومت قائم کی گئی اور بطور مسلمان صرف دو جماعتوں کو تسلیم کیا گیا۔سُنی اور شیعہ۔شیعوں کی مساجد اور وقف بورڈ الگ اور سنیوں کی مساجد اور وقف بورڈ الگ کر دیئے گئے۔ جب سنیوں کا معاملہ سامنے آیا تو انگریزوں نے جان لیا کہ مسلمانوں میں مقدس جماعت اولیائے کرام اور علمائے کرام کی تسلیم کی جاتی ہے۔مسلمان ان کا بے حد احترام کرنے والے ہیں، ان کی ہر بات پر دل و جان سے لبیک کہنے والے ہیں۔اس لیے ان کا ذہن وفکر اولیاء وعلماء سے ہٹا کر ان میں انتشار کے ایسے بیج بو دیئے جائیں تو یہ طبقہ ذہنی انتشار میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کے خلاف لڑنا شروع کر دے گا۔لہٰذا انہوں نے ایمان فروش علماء کو ہاتھوں میں

لے کر مذہبی فتنوں کو اجاگر کرنے کے لیے صَرفِ زر شروع کر دیا، اور امت مسلمہ کے ان برائے نام علماء نے امت مسلمہ کے انتشار کے لیے طرح طرح کے فتنوں کو پیدا کرنا شروع کر دیا۔ سرزمینِ ہندوستان پر جو فتنے پیدا کیے گئے ان کی مختصر تفصیل یہ ہے: ا۔ خدا جھوٹ بول سکتا ہے لیکن بولے گا نہیں۔ (جهد المقل جلد اصفحہ ۷۷)۔

۲۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

۳۔ شیطان اور ملک الموت کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ اور منصوص کہا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دی گئی۔ (حفظ الایمان و براہین قاطعہ)۔

۴۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان)۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صرف بڑے بھائی کی سی کرنا چاہیئے۔ (تقویۃ الایمان)

۶۔ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیالِ مبارک تعظیم کے ساتھ لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

۷۔ میلاد شریف کرنا کنہیا کے جنم کی مثل بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔ (براہین قاطعہ)

۸۔ محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا ذکر شہادت صحیح روایات کے ساتھ کرنا بھی حرام ہے ان کی نیاز کا شربت دودھ اور سبیل کا پانی بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۴)۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فتنوں کو کس نے پیدا کیا؟ کیا عام لوگوں، مزدوروں

اور دنیاداروں نے پیدا کیا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ جن لوگوں نے ان فتنوں کو پیدا کیا تھا وہ اپنے وقت اور اپنی جماعت کے حکیم الامت، عالمِ ربانی، قاسم العلوم الخیرات، اور بڑی بڑی درس گاہوں کے مفتی کہلاتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان میں انگریزوں کے ہاتھوں پر اسلام کی آبرو کا سودا کیا تھا، مسلمانوں کے ایمان کا سودا کیا تھا اور پنی دنیا کمانے کے لیے مسلمانوں کے ایمان پر روزِ روشن میں ڈاکہ ڈالا تھا، اور مسلمانوں میں نہ مٹنے والا انتشار پیدا کیا تھا۔ تو ان فتنوں کی بنیاد پر مسلمانوں کا کیا حال ہوا؟ جس کتاب کی بنیاد پر ہندوستان میں سب سے پہلا فتنہ ہوا وہ تقویۃ الایمان ہے۔ اس کتاب کو انگریزوں کے قائم کردہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے اثاثے سے چھپوایا گیا تھا۔ جب اسے تحریر کیا گیا تو اس کے مصنف نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے اس کتاب کی صفات جو بیان کیں انہیں دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی کتاب حکایاتِ اولیاء مطبوعہ کتب خانہ نعیمیہ دیوبند کے صفحہ نمبر ۹۸ اور حکایت نمبر ۵۹ کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

''مولوی اسمٰعیل نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا، اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے''۔

پتہ چلا کہ اس کتاب کے مصنف نے بقول اشرف علی تھانوی تین بڑی غلطیوں کا

اعتراف کیا ہے۔(۱) تیز الفاظ کا اعتراف۔(۲) تشدد کا اعتراف۔(۳) شرک خفی کو شرک جلی لکھ دینے کا اعتراف۔ان غلطیوں کی بناء پر مصنف کو اہلِ اسلام میں انتشارِ یقینی کا بھی احساس ہے، مگر پھر بھی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ''لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے''۔ پتہ چلا کہ مقصدِ کتاب اہلِ اسلم میں انتشار پھیلانا تھا۔لہٰذا ایسی انتشار کی آگ لگائی کہ آج تک بھڑک رہی ہے۔ان تمام حقائق سے آنکھے بند کر کے ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے اپنی کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' میں اس بات پر زور دیا ہے کہ امام احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ) نے مسلمانوں کا کافر کہا ہے، کافر بنایا ہے۔ یہ سراسر الزام ہے۔اس لیے کہ ہندوستان کی سرزمین پر جب ان فتنوں ں ے جنم لیا تھا تو اس وقت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی پیدائش بھی نہ ہوئی تھی۔ان فتنوں کے خلاف سب سے پہلے لڑنے والے یعنی ان کفریہ عبارات کی گرفت کرنے والے علمائے اہل سنت کے اسمائے کرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، اسمٰعیل دہلوی کے پچیرے بھائی حضرت علامہ مولانا مخصوص اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسن کانپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالکلام کے والدِ گرامی حضرت علامہ مولانا خیرالدین رحمۃ اللہ علیہ اور ماموں حضرت علامہ مولانا منورالدین رحمۃ اللہ علیہ۔

ان حضرات نے سب سے پہلے ان فتنوں کی گرفت فرمائی۔اس وقت تک جبکہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پیدا بھی نہ ہوئے تھے، تقویۃ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ پھر یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا نے مسلمانوں کو کافر کہا ہے۔

ارے غلط بیانی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہٗ پر الزام ہے۔ مسلمان کو بلا حکمِ شرعی کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہٗ وارضاہ عنا نے کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا ہے۔ اگر کہا ہے تو ثابت کرو۔ مگر ہاں جو کفر بکے، توہینِ رسالت کرے، اور پھر اپنے کفر پر باوجود اطلاع ہونے کے اڑا رہے اور توبہ وتجدید ایمان نہ کرے، تو ایسے شخص کی تکفیر نہ کرنے والا اور ایسے شخص کو مسلمان سمجھنے والا خود حلقہ اسلام سے خارج وکافر قرار دیا جاتا ہے۔ بس ایسے ہی بد مذہبوں، کفر بکنے والوں اور توہینِ رسالت کرنے والوں کو سیدی اعلیٰ حضرت علایہ الرحمۃ نے اور وعلمائے حرمین شریفین نے کافر کہا ہے نہ کہ کسی مسلمان کو۔

کفر چھپائے نہیں چھپتا

قارئین حضرات! ''دجال کے دوست کون؟'' کتاب کے وہابی مصنف کی ایک اور مکارانہ عبارت ملاحظہ فرمایئے:

''جب تک اس ملک پر گورے مسلط رہے اس دوران کوئی بھی فردِ بشر ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس نے ملتِ اسلامیہ میں سے انگریزوں کے خلاف کوئی زندہ کارنامہ انجام دیا ہو اور بریلویوں نے اس کو کافر نہ کہا ہو''۔ (صفحہ نمبر ۴۸)۔

اب اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۶۵ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں تک کہ کوئی ایسا نامور مسلمان ثابت نہیں کیا جاسکتا جس نے انگریزوں کے خلاف کوئی نمایاں کام کیا ہو...اور بریلوی رضاخانی ملاؤں نے اس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا ہو''۔

مصنف نے یہ عبارتیں لکھ کر مکاری سے کام لیا ہے اور امت مسلمہ کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ علمائے بریلوی نے اکابرین دیوبند پر جو کفر کے فتوے لگائے وہ محض اس لیے کہ انہوں نے انگریزوں کی مخالفت کی تھی، اوران کے خلاف جہاد کیا تھا۔ یہ سراسر الزام ہے، دجل وفریب ہے، عیاری و مکاری ہے۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ تو اہل سنت و جماعت کے اکابرین علامہ فضلِ حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ مولانا سید کفایت علی کافی علیہ الرحمۃ نے دیا تھا (انہیں شہید کردیا گیا)۔ پھر انگریزوں کے خلاف کوئی نمایاں کام کرنے والا، کوئی زندہ کارنامہ انجام دینے والا کیوں کر کافر ہوسکتا ہے اور اسے محض اس وجہ سے کون کافر کہہ سکتا ہے؟ انگریزوں کے خلاف فتویٰ صادر فرمانے والے مذکورۃ الصدر علمائے کرام کو تمام بریلوی حضرات اپنے سروں کا تاج مانتے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت، علامہ، مولانا جیسے معزز القاب و دعائیہ کلمات تحریر فرماتے ہیں۔ لہٰذا اپنے اس قول میں دجال کے دوست کون؟ کتاب کا مصنف جھوٹا ہے، اس نے دجل وفریب، عیاری و مکاری سے کام لیا ہے۔ محض اپنے کفریہ عقائد، اکابرین دیوبند کی کفریہ عبارات پر پردہ ڈال کر عوام الناس سے چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرنے کی کوشش کی ہے کہ وجۂ تکفیر انگریزوں کی خلاف ورزی ہے اور کچھ نہیں۔ مگر واضح رہے کہ مصنف مذکور اور تمام دیوبندی برادری جتنا اپنے کفر کو چھپائیں گے ''چھپائے نہ چھپے گا''۔ ''**ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا**''۔ اس لیے کہ وجۂ تکفیر کفریہ عبارات وعقائد ہیں نہ کہ انگریزوں کی مخالفت۔ اور ان ہی عبارات میں مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دیوبندی وہابی انگریزوں کے مخالف تھے۔ دیوبندیوں نے

انگریزوں کے خلاف نمایاں کام کیے، زندہ کارنامے انجام دیئے۔ یہ بھی جھوٹ ہے، فریب ودجل ہے۔آئندہ صفحات میں انشاء اللہ ثابت کیا جائے گا کہ یہ انگریزوں کے نمک خوراور وفادار رہے ہیں نہ کہ مخالف۔

وہابی انگریزوں کے وفادار، نہ کہ مخالف

ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور نے اپنی کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' میں دجل و فریب اور کذب بیانی کی حد کردی۔پُر زور کذب بیانی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہابی دیوبندی انگریزوں کے مخالف تھے، اور انگریزوں کے ساتھ جہاد کی تعلیم دینے والے تھے، انگریز حکومت کے خلاف برسرِ پیکار ہوکر مصائب وآلام برداشت کرنے والے تھے۔لہٰذا میں کتابِ مذکور کے مصنف کو ان ہی کے گھر کی کتابوں کے مطالعے میں وسعت پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہوں۔اس لیے کہ اگر اس نے اپنے ہی گھر کی کتاب ''تذکرۃ الرشید یہ جلد اول مطبوعہ میرٹھ کا صفحہ نمبر ۷۹'' پڑھ لیا ہوتا تو اس قدر کذب بیانی اور دجل و فریب پر محنت کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔مذکورہ حوالہ میں ایک واقعہ ۱۸۵۷ء کے متعلق اس طرح مرقوم ہے: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب (امداد اللہ) و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے اور بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا یہ نبرد آزما تھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پر جم کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جانثاری کے لیے تیار ہوگیا

اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پکڑ لیے ہیں چنانچہ آپ (گنگوہی) پر فیریں ہوئیں اور حافظ ضامن صاحب زیرِ ناف گولی کھا کر شہید ہوئے''۔

حضرات اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ ہے اکابرین دیوبند کا گروہ جو کہ ''اپنی سرکار (انگریز سرکار) کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا'' اور یہ ہے انگریز سرکار کا وفادار گروہ جو کہ ''سرکار پر جانثاری کے لیے تیار ہو گیا''۔

مسلمانو! انگریز اسلام کا ازلی دشمن اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، لٰہذا غور کیجئے کہ ایسی اسلام دشمن سرکار پر جانثاری کرنے والے کون ہیں؟ اور ایسی اسلام دشمن سرکار کے مخالفین کے ساتھ اٹل پہاڑ کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے کون؟ اور یہ بھی فیصلہ کیجئے کہ انگریز سرکار کی وفاداری میں زیرِ ناف گولی کھا کر کون جانثار رہا؟ انگریز سرکار کے ساتھ دیوبندی اکابرین کی وفادری و جانثاری کے اتنے واضح ثبوت ہونے کے باوجود کتاب 'دجال کے دوست کون؟' کے مصنف نے کس قدر عیاری و مکاری اور دجل وفریب سے اکابرین دیوبند کو انگریز سرکار کا مخالف اور علمائے حقہ اہل سنت و جماعت کو انگریز سرکار کا وفادار قرار دیا ہے ۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا اور جنوں کا خرد　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مگر یاد رہے کہ ''حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے'' لٰہذا قارئینِ کرام خود فیصلہ کیجئے کہ انگریزوں کے وفادار و دلی خیر خواہ کون ہیں؟۔ تذکرۃ الرشید یہ کے صفحہ نمبر ۸۰

(مطبوعہ میرٹھ) پر گنگوہی صاحب کا اپنے متعلق ذاتی بیان بھی مکتوب ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''جب میں حقیقت میں سرکار کا وفادار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا، اور میں مارا گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے''۔

ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیوبندی برادری سے میں اپیل کرتا ہوں کہ اس بیان کو غور سے پڑھیے پھر بتائیے کہ آپ کس منہ سے کہتے ہو کہ گنگوہی صاحب برٹش گورنمنٹ کے مخالفین میں سے تھے۔**لعنة اللّٰہ علی الکٰذبین۔**

یہ تھی گنگوہی صاحب کی وفاداری انگریز سرکار کے ساتھ۔ اب آیئے تھوڑی سی زحمت گوارا کیجیے اور کھولیے ''الافاضات الیومیہ'' جلد چہارم صفحہ نمبر ۶۹۷ اور انگریز سرکار کے بارے میں تھانوی جی کے نظریات ملاحظہ کیجیے۔ تھانوی صاحب کے کسی مرید نے سوال کیا کہ اگر آپ کی حکومت ہو جائے تو انگریزوں کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟ تھانوی جی کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

''میں نے کہا محکوم بنا کر رکھیں گے کیوں کہ جب خدا نے حکومت دی تو محکوم بنا کر ہی رکھیں گے مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے گا اس لیے کہ انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے''۔ یہ ہیں تمہارے تھانوی جی جنہیں انگریزوں نے آرام پہنچایا تھا۔ اگر تھانوی جی ان کے مخالف ہوتے تو کیا وہ انہیں آرام پہنچاتے؟ دیوبند کے سابق صدر شبیر عثانی نے ۷ ستمبر ۱۹۴۵ء کو علمائے دیوبند کی ایک میٹنگ میں حیرت انگیز انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ:

''حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ہمارے اور آپ کے مسلّم پیشوا تھے ان کے

متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے''۔(مکالمۃ الصدرین) اس انکشاف کی کوئی دیوبندی عالم تردید نہ کر سکا۔مولوی طاہر قاسم نے کہا کہ اسی ضمن میں مولانا حفظ الرحمٰن (ناظم ااعلیٰ جمیعۃ العلماء ہند) صاحب نے کہا کہ ''مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداء حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب روپیہ ملتا تھا''۔(مکالمۃ الصدرین)۔

اس سے پتہ چلا کہ اکابرین دیوبند انگریز سرکار کے نمک خور، وفادار اور دلی خیر خواہ تھے، مگر افسوس کہ موجودہ دیوبندی وہابی یہی الزام علمائے حقہ اہل سنت پر لگاتے ہیں۔ ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''۔اب ایک بار پھر اٹھایئے تذکرۃ الرشید یہ اور پڑھیے صفحہ نمبر ۴۳، اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں دیوبندیوں کا نکتہ نظر ملاحظہ فرمایئے، لکھا ہے:

''جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظروں سے نہ دیکھا، اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا''۔

پتہ چلا کہ دیوبندی انگریزوں کے پٹھو تھے۔اس لیے کہ ''کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ'' اور ''اپنی رحم دل گورنمنٹ'' جیسے وفادرانہ جملے سوائے انگریزوں کے پٹھو کے کون کہہ سکتا ہے۔اب بتایئے جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیوبندی برادری کیا تمھیں اپنے اکابرین کو ''مخالفِ برٹش گورنمنٹ'' کہتے ہوئے شرم آئے گی۔

؎ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اکابرین دیوبند کو ''انگریز مخالف'' ثابت کرنے والو! کب تک جھوٹ کا سہارا لیتے رہو گے، اور کب تک پردہ کرتے ہوئے روسیاہی کو چھپاتے رہو گے۔کم علم سادہ لوح

مسلمانوں کوتو آپ دھوکہ دے سکتے ہومگر اپنی بدعنوانیاں اور کذب بیانیاں علماء سے ہرگز نہیں چھپا سکتے۔اب آخر میں مولوی اسمٰعیل کا بیان بھی پڑھ لیجئے:

''مولانا نے دورانِ تقریر کہا۔''ہم نے سکھوں سے جہاد کرنا ہے''۔ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا مولانا آپ سکھوں سے جہاد کرنے کی بات کرتے ہیں، ہندوستان میں انگریزوں نے ہمارا امن وسکون غارت کر کے رکھ دیا ہے تم ان سے جہاد کی بات کیوں نہیں کرتے، ان سے جہاد کی تعلیم وترغیب کیوں نہیں دیتے، توانہوں نے کہا''اس حکومت سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس حکومت پر آنچ آئے تو ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کا دفاع کریں''۔(تواریخِ عجیبہ)۔

اسی کو کہتے ہیں وفاداری کہ انگریز حکومت کے دفاع کی ترغیب دی جارہی ہے۔ دیوبندیو! یہی ہیں وہ حضرت، جنہیں تم بالاکوٹ کا شہید کہتے ہو۔سب جھوٹ ہے حقیقت تو یہ ہے کہ کفریات بکنے پر، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے پر اسے پٹھانوں نے قتل کیا تھا۔سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مکمل تحقیق کے ساتھ اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے:

؎ وہ وہابیہ نے جسے دیا ہے لقب ذبیح وشہید کا
وہ شہید لیلیٰ نجد ہے وہ ذبیح تیغِ خیار ہے

ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ انگریزوں کے ایجنٹ، وفادار اور منظورِ نظر اکابرین دیوبند وہابی ہی تھے۔حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جاسکتی ہیں اور بے تکی پھبکیوں سے ،خرافات اور کذب بیانی سے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ان تمام حقائق سے ضلع راجوری وگردو

نواع کے عوام الناس شائد واقف نہ تھے اور علمائے اہل سنت و جماعت نے بھی کبھی اتنا کھل کر اس سلسلے میں بیان اس لیے نہیں کیا کہ مسلمان الحمدللہ! اپنے ایمان کے محافظ ہیں اور ان دیو بندیوں کو خاطر میں نہیں لاتے ،اور مضبوطی سے عقائد حقہ پر قائم و عامل ہیں ۔لہٰذا ان اہلِ ایمان کے سامنے ان دیو بندیوں وہابیوں کے کفریات وانگریز دوستی کو کریدنے کی کیا ضرورت ہے ،مگر اب یہ سب کچھ بیان کرنے اور تحریر کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی جبکہ ڈاکٹر عرفان خان/ شاہد سرور کی پُرفتن، دل سوز، لبریز بکذب ،عیاری ومکاری اور دجل وفریب سے بھر پور کتاب ''دجال کے دوست کون؟''منظرِ عام پر آئی ،اور یہاں ضلع راجوری کے بعض نا اہل دیو بندی وہابی افراد نے اس کتاب کو راجوری و گردونواع میں فروخت و تقسیم کر کے ان حقائق سے پردہ اٹھانے کا سبب ہمارے لیے فراہم کیا۔اس لیے کہ اس کتاب میں بڑے دجل وفریب سے اہلِ اسلام کو گمراہ کرنے کا مواد پیش کیا گیا ہے، لہٰذا ضروری تھا کہ انکشافِ حقیقت کر دیا جائے۔

شافع محشر

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شافع محشر ہیں، کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں ''اعطیت الشفاعة'' ۔(بخاری شریف) مجھے شفاعت دی گئی ہے یعنی شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔مزید فرمایا''شفاعتی لاھل الکبائر من امتی''۔(رواه الترمذی عن انس بن مالک رضی اللّٰه عنہٗ) میری شفاعت میری امت

کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہے۔اورسرکارِدوعالم،نورِمجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ”**انا اول شافع و اول مشفع یوم القیامۃ**“(رواہ الترمذی عن عبد اللّٰہ ابن عباس رضی اللہ عنہٗ) قیامت کے دن میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اورسب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔اس حدیثِ پاک سے پتہ چلا کہ شفاعت کرنے والے اوربھی ہوں گے اوران کی شفاعت کوقبول بھی کیا جائے گا،مگرسرکارِدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقبولیت پرقربان!کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے ہوں گے اورسب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سےقبل کسی کواذنِ شفاعت نہ دیا جائے گا۔مزیدسرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے ”**یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء**“ (مشکوٰۃ. عن عثمان رضی اللہ عنہٗ) قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے،پہلے انبیاء پھرعلماء پھرشہید۔شفاعت کے بارے میں یہی عقیدہ اہل سنت کا خلف وسلف سے چلا آرہاہے۔

ان تمام حقائق وآثار کے باوجود”دجال کے دوست کون؟“کتاب کے اجہل مصنف نے صفحہ نمبر۵۳ پرصرف سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کو مانا باقی سب انبیاء،علماء،شہداء کی شفاعت کاانکارکردیا،یہ انکارصریحاً احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکارہے،لیکن اس انکارپرمزیدفتوے کی ضرورت نہیں ہےاس لیے کہ موصوف ”**من شک فی عذابہ و کفرہٖ فقد کفر**“ کی زدمیں پہلے سے ہی موجودومعتوب ہے۔یہ سب کارنامہ اہلِ اسلام کوفریب دےکرعلمائے حقہ اہل سنت وجماعت سےمتنفرکرنے کے

لیے انجام دیا کہ دیکھو یہ سُنی امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کوشفیع مانتے ہیں حالانکہ ''ساری امت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو شافع محشر سمجھتی ہے''۔(صفحہ نمبر ۵۳)۔ ہاں واضح رہے ہمارا دعویٰ ہے کہ سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان بلا شک وشبہ ''ثم العلماء'' کے مبارک زمرہ میں شامل وداخل ہیں لہٰذا یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں آپ علیہم الرحمۃ والرضوان بھی باذنِ الٰہی شفاعت فرمائیں گے، جو کہ سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کے عین مطابق ہے۔فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ''**قیل للعالم قف هنا واشفع لمن احببت فانک لا تشفع لاحد الا شفعت**'' ۔(رواه الدیلمی فی الفردوس عن ابن عباس رضی الله عنهٗ) عالم سے کہا جائے گا یہاں (پلصراط پر) ٹھہر جا اور جس کی چاہتا ہے سفارش کر، اس لیے کہ جس کی تم شفاعت کروگے قبول کی جائے گی۔ بحمد للہ دجال کے دوست کون ؟ کے مکروفریب کا یہ جال بھی ٹوٹ کر خاکستر ہو گیا۔

الامن والعلیٰ

کتابِ مذکور کے مصنف نے صفحہ نمبر ۵۲ پر ''بزرگانِ دین کی خدائی کا عقیدہ'' عنوان قائم کر کے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے ''بزرگانِ دین خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز ہوں مگر بہر حال وہ بزرگ ہی ہیں وہ اللہ کے بندے ہی رہتے ہیں، ان کو خدائی اختیارات کبھی منتقل نہیں ہوتے ،مگر خان صاحب کی بھی سُنئے !وہ امت کو کیا پٹی پڑھا رہے ہیں اور کدھر لے جا رہے ہیں الامن والعلیٰ صفحہ نمبر ۲۶ پر لکھتے ہیں، ''انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعے خلق کی

حیات،موت، مینہ کا برسنا،نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے‘‘۔

اس عبارت میں ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے یہ ثابت کیا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ لکھا ہے کہ ’’انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعے خلق کی حیات، موت، مینہ کا برسنا،نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے‘‘ حالانکہ یہ خدائی اختیارات ہیں جو کہ بزرگوں میں منتقل نہیں ہوتے۔اور یہ تاثر عوام الناس کو دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے خدائی اختیارات بندوں میں منتقل کر دیئے ہیں۔استغفر اللہ، معاذ اللہ!!

یہ ناکام کوشش کر کے موصوف بصفاتِ رزیلہ نے اپنی حماقت و جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے چشمۂ تعصب پہن رکھا ہے، اور جب کوئی مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے ساتھ تعصب اور عناد پر اتر آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے عقل وعلم چھین لیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ موصوف کو مطالعے کی توفیق بھی نہ رہی۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حدیثِ پاک کو سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جانب منسوب کر دیا۔سچ کہا ہے کسی نے:

’’دروغ گو را حافظہ نباشد‘‘

حدیثِ پاک کو کسی دوسرے کی جانب منسوب کرنا کتنی بڑی خیانت ہے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے یہ سب اپنی جانب سے تحریر نہیں فرمایا بلکہ ایک حدیثِ پاک اپنی کتابِ مستطاب الامن والعلیٰ میں نقل فرمائی ہے۔اس حدیثِ پاک کو ابو نعیم نے حلیہ میں اور ابن عسا کر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت فرمایا ہے، کہ سرکارِ دو عالم،نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ’’بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے

دل قلبِ آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے قلب ابراہیم اور پانچ کے قلب جبریل اور تین کے قلب میکائیل اور ایک کا قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے، اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو، اور تین سو کا عام مسلمین سے۔ "**فبهم يحيى و يميت ويمطر و ينبت و يدفع البلاء من هذه الامة**" انہیں (تین سو چھپن اولیاء) کے ذریعے خلق کی حیات، موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اگنا، اور اس امت سے بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے" یعنی یہ تمام اولیاء اللہ کی وساطت سے ہے۔

دیوبندیو! وہابیو! اب آپ مل کر اپنے اس مقتدر مصنف دجال کے دوست کون؟ سے اپنے دھرم کے مطابق بڑے ادب سے گزارش کرو کہ جناب بتایئے کہ یہ خان صاحب کے الفاظ ہیں یا بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے؟ پھر یہ بھی سمجھایئے کہ جناب والا آپ نے لکھا ہے "خان صاحب کی بھی سُنیئے! وہ امت کو کیا پٹی پڑھا رہے ہیں اور کدھر لے جا رہے ہیں"۔ لہٰذا بتایئے کہ امت کو کون پٹی پڑھا رہا ہے؟ اور کون کدھر لے جا رہا ہے؟۔

واضح رہے کہ یہ اولیائے کرام کے لیے رب کی جانب سے اکرام و انعام و اعزاز ہیں جنہیں مصنف مذکور نے اپنی علمی بے مائیگی، جہالت و ضلالت کی وجہ سے خدائی اختیارات سمجھ لیا ہے۔ اس پر بے شمار احادیث، اقوال خلف و سلف پیش کیے جا سکتے ہیں مگر خوفِ طوالت مانع ہے، لہٰذا صرف چار احادیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱)"الابدال فی امتی ثلٰثون بھم تقوم الارض و بھم تمطرون و بھم تنصرون" . (الطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ رضی اللہ عنہٗ بسند صحیح) ۔ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

(۲)"یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق". (ابن عساکر عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ بسند حسن)۔ان ہی کے سبب اہل زمین سے بلاءاور غرق دفع ہوتا ہے۔

(۳)(الابدال فی الشام) "بھم ینصرون و بھم یرزقون". (الطبرانی فی الکبیر عن عوف ابن مالک و فی الاوسط عن علی ن المرتضٰی رضی اللّٰہ عنھما کلاھما بسند حسن) ۔وہ ان ہی کی برکت سے مدد پاتے ہیں اوران ہی کے وسیلہ سے رزق پاتے ہیں۔

(۴)"لن تخلوالارض من ثلٰثین مثل ابراھیم بھم تغاثون و بھم ترزقون وبھم تمطرون".(ابن حبان فی تاریخہٖ عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہٗ) ۔حضرت ابراہیم علیہ اسلسلام سے خُوبُو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے ان ہی کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اوران ہی کے سبب رزق پاؤ گے اوران ہی برکت سے مینہ دیئے جاؤ گے۔

ان تمام احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ ''رزق پانا، مدد ملنا، مینہ کا برسنا، بلا دور ہونا، زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، بندو کی حاجتیں سب اولیاء کے وسیلے، اولیاء کی برکت، اولیاء کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے''۔

بحمد اللہ! احادیثِ کریمہ کے حوالہ جات کے ذریعے راقم نے ان تمام اعتراضات کے بخیے ادھیڑ دیئے جو کہ ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۵۲ پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر کیے ہیں، اور مصنف مذکور کے مکارانہ جال کے ہر تار کو تارِ عنکبوت سے بھی کمزور کر دیا۔ اس سے مصنف کی جہالت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی، وہ اس طرح کہ اگر مصنف نے ان احادیثِ پاک کو پڑھا ہوتا، سمجھتا ہوتا یا یہ احادیثِ کریمہ موصوف کی نظروں سے گزری ہوتیں تو یقیناً عالمِ اسلام کی ایک عبقری شخصیت فقیہ باکمال، محدثِ بے مثال، مجدد مائۃ حاضرہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات پر کبھی اعتراض نہ کرتا اور مرتکب توہین نہ ہوتا۔

نغمۃ الروح

ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور جیسے سبھی کج فہم و گستاخ حواریانِ دیوبند! جب حفظ الایمان و دوسری کتابوں کی کفریہ عبارات کا جواب نہیں دے پاتے تو پھر اپنے کفریات کو چھپانے کی خاطر نغمۃ الروح اور اس ہی جیسی دوسری کتابوں کے اشعار کو بڑے شاطرانہ انداز میں مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ اسی قسم کی چال چلتے ہوئے ''دجال کے دوست کون؟'' کے مصنف نے بیشتر ایسے ہی اشعار تحریر کیے ہیں، اور علمی بے مائیگی کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے مسلکِ اہلسنت کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ ''نغمۃ الروح'' کس کی کتاب ہے؟ تو سُنئے جناب! یہ کتاب حاجی عبد الستار اسمٰعیل (میمن) قادری رضوی کی ہے جو کہ کاٹھیاوار کے ایک شہر ''گونڈل'' کے رہنے والے ہیں۔ موصوف

نہ کوئی عالم تھے، نہ مفتی، نہ مدرس، نہ مفسر، نہ محدث، نہ مقرر اور نہ مناظر تھے۔ ہاں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ مزید برآں ''رنگون'' کی سرزمین کو تھانوی جی سے پاک و صاف کرانے میں ان کا نمایاں ہاتھ تھا۔ ان کے اشعار واضح ہیں مگر دیوبندی تعصب اور کم علمی کی وجہ سے معترض ہیں۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ ''اے احمد رضا ہماری دعا ہے کہ آپ کا اور سارے جہاں کا خدا آپ کی نسل سے آپ کا ہم رتبہ عالم پیدا فرمائے جو آپ ہی کی طرح دینِ پاک کی خدمت کرنے والا ہو''۔

اس کے باوجود اگر یہ اشعار مصنف مذکور اور تمام دیوبندی برادری کی سمجھ میں نہ آئیں تو نہ سہی، انہیں موضوعِ بحث بنانا ہم ضروری نہیں سمجھتے، اس لیے کہ حاجی عبدالستار جیسے سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے لاکھوں کی تعداد میں مرید ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کی ذمہ داری اکابر علمائے اہلسنت پر نہیں آتی۔ ایسے حضرات نہ تو ایوانِ سنیت کے ستون ہیں اور نہ ہی ان کے اقوال و افعال ہمارے حق میں سند و دلیل۔ لہٰذا ان اشعار کو ہر چند صحیح اور مبنی برحق سمجھتے ہوئے کسی بھی کج بحثی کو قبول کرنے کے لیے ہم تیار نہیں۔ افسوس صد افسوس! کہ ایک غیر عالم کے اشعار کو تم نے پڑھ لیا اور مسلکِ اہلسنت کے حق میں خلافِ قاعدہ و خلافِ اصول سند بنا لیا، مگر اپنے گھر کی خبر ہی نہیں۔ اب آیئے اپنے گھر کی سُنئے! یہ ہیں تمہارے شیخ الہند مولوی محمود الحسن سابق صدر دیوبند، جو مرثیہ گنگوہی میں فرماتے ہیں:

ے زبان پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اُعل ہبل شائد
اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

تمہارے مقتدر عالم مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ''بانیٔ اسلام'' کی وضاحت فرماتے

ہوئے ''ذکرِ رسول'' مطبوعہ نظامی کانپور کے صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتے ہیں ''بانیِ اسلام خدا تعالیٰ ہے''۔لہٰذا اب اس شعر کا مطلب ہوا کہ گنگوہی صاحب خدا کے ثانی تھے۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ!!! استغفر اللہ!!!۔

اب حاجت روائی کے سلسلے میں ایک شعر ملاحظہ فرمایئے:

؎ حوائج دین دنیا کے کہاں لے جائیں یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

پتہ چلا کہ عقیدت اسے کہتے ہیں۔گنگوہی صاحب دیوبندیوں وہابیوں کے لیے دین و دنیا کے حاجت روا تھے۔لہٰذا ان کے لیے گنگوہی صاحب کی زندگی میں خدا، رسول، غوث و خواجہ کا در مانگنے کے لیے نہیں تھا انہیں تو حاجت روائی کے لیے گنگوہی صاحب ہی کافی تھے۔اسی لیے گنگوہی صاحب کی موت پر کف افسوس ملتے ہوئے عرض کناں ہیں کہ ''اے اللہ! اب دین و دنیا کی حاجتیں کہاں لے کر جائیں، کہ حاجت روا تو مر چکا ہے''۔

نغمۃ الروح کے صاف اور واضح اشعار پر لنگوٹ کس کر ''ھل من مبارز'' پکارنے والو! اپنے مقتدر عالم کا ایک شعر اور پڑھیے اور اپنی ہی بغل کی بُو سے آشنائی حاصل کیجئے:

؎ قبر سے اٹھ کر پکاروں جو رشید و قاسم
بوسہ دیں لب کو میرے مالک و رضواں دونوں

دیکھو صدرِ دیوبند قبر سے اٹھ کر یا اللہ یا رسول اللہ نہیں پکاریں گے بلکہ ''یا رشیداہ ! یا قاسماہ'' پکاریں گے۔اسے کہتے ہیں دیوبند کی توحیدِ خالص؟ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور۔یا رسول اللہ، یا علی، یا حسین، یا غوث، یا خواجہ کہنے والوں پر شرک کا

فتویٰ اور ''یا رشیداہ ! یا قاسماہ'' کہنے والا سچا پکا موحد۔اس قسم کے کئی اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں جن سے عقائد دیوبند کی ترجمانی ہوتی ہے۔خوفِ طوالت کے سبب اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔''العاقل تکفیه الاشارة''۔

''دجال کے دوست کون؟'' کے مصنف صاحب و جملہ علمائے دیوبند صاحبان! ہم نے تو نغمۃ الروح کے اشعار کے شاعر کی علمی حیثیت کو واضح کر دیا۔اب اگر آپ میں جرأت ہو تو اپنے شیخ الہند کے اشعار کا جواب اپنے عقائد کی روشنی میں دیجئے ورنہ اعلان کر دیجئے کہ ''مولوی حسین احمد کے استاذ مولوی محمود الحسن کا شمار عمائد دیوبند میں نہیں ہے، وہ محض ایک عام انسان تھے، نہ عالم تھے، نہ مدرس، نہ مناظر، نہ مفسر، نہ محدث، نہ مفتی بلکہ ایک ناخواندہ، جاہل او گنوار تھے۔لہٰذا ان کی ذمہ داری اکابرین دیوبند پر عائد نہیں ہوتی''۔اس اعلان کے بعد مرثیہ گنگوہی کو لغویات سے بھرپور، غلط، بیہودہ، خرافات کا مجموعہ سمجھتے ہوئے بھی ان بنیادی مطالبات کو اس پر سے اٹھالیں گے جو کسی جماعت کے ذمہ دار سے کیے جاتے ہیں۔

حدائقِ بخشش

کے اشعار پر اعتراض کا جواب

کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' کے صفحہ نمبر ۴۸ پر مصنف نے ''خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہونے کا عقیدہ'' عنوان قائم کر کے علم سے بے خبر سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور یہ فریب دینا چاہا ہے کہ سُنی خدائیتعالیٰ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔استغفر اللہ! خدا، خدا ہے۔کوئی مخلوق خدا

نہیں ہوسکتی ،اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رب ذوالجلال کی مخلوق اول ہیں نہ کہ خدا۔محبوبِ خدا ہیں خدا نہیں ،۔یعنی حبیب اللہ ہیں ،اللہ نہیں ۔عابد ہیں ،معبود نہیں ۔جو حبیب اللہ کو اللہ کہے ،مخلوق کو خالق کہے ،عابد کو معبود کہے وہ مشرک ،مشرک ،مشرک ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے ایسے عبد خاص ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ'' جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ'' جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ'' بے شک جن لوگوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ ہی کی بیعت کی ۔مزید فرمایا ''وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی'' (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم نے کنکریاں پھینکی وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں لیکن وہ اللہ نے پھینکی تھیں ۔مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں ''من رأنی فقد رای الحق'' جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا ۔لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطاعت میں ،بیعت میں ،مار میں ،رویت میں ایک ہیں ،مگر ذات میں ایک نہیں اور عبادت میں ایک نہیں ۔

کتابِ مذکور کے صفحہ نمبر ۵۰ پر مصنف نے سیدی اعلیٰ حضرت ،عظیم البرکت ،مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ شعر :

؎ اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہورہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

نقل کر کے اپنی خباثت اور جہالت کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ ''یعنی العیاذ باللہ بشریت کے پردے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور ہیں پردہ اٹھ جائے تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں'' استغفر اللہ!

کاش کہ یہ جاہل اس قسم کی خرافات لکھنے سے قبل جان لیتا کہ جمیع اہلسنت و جماعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ خدا مانتے ہیں، خدا نہیں مانتے۔ پردے میں ہوں تب بھی نورِ خدا ہیں اور پردہ اٹھ جائے تو بھی نورِ خدا ہی ہیں، خدا نہیں۔ کاش کہ مذکور کسی عالم دین سے پڑھ لکھ جاتا تو اسے معلوم ہوتا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے استفسار پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' **ان اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ**'' بے شک اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ ('مصنف' عبدالرزاق، زرقانی شریف جلد اول صفحہ ۴۶، سیرتِ حلبیہ صفحہ ۳۷، انوار المحمدیہ صفحہ ۹، حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۸، مدارج النبوۃ صفحہ ۳۰۹، مطالع المسرات صفحہ ۲۱۰)۔

اسی حدیثِ پاک کو دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں بھی بیان کیا ہے، اور کہا کہ ''نبی کا نور اپنے نور سے'' نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا''۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

وقد کان نور اللّٰہ فینا لمھتد و صمصام قل میر علی کل ناکب

(قصیدہ اطیب النغم صفحہ ۱۲)

قصیدے کے اس شعر کے پہلے مصرعے پر غور فرمائیں کہ جناب شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کیا فرما

رہے ہیں۔ ''اور تحقیق اللہ کا نور ہم میں یقیناً ہدایت دینے والا ہے''۔ پتہ چلا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ''اللہ کا نور'' ہیں۔ مگر دیوبندی برادری کی تفہیم کو کیا کہیے۔ کتاب کے مصنف صاحب! اب بتایئے محدث دہلوی کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے؟

جب مذکورہ بالا توضیح سے ثابت ہوگیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی مخلوق ہیں، خدا کے نور سے ہیں، خدا نے اپنے نور کے فیض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو ماننا پڑے گا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہیں۔ تو پھر ''اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسی کی طرف گئے تھے'' پر اعتراض کرنا حماقت و جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین حضرات! اب آگے بڑھیے اور مصنف مذکور کے تخیل اسفل کو ملاحظہ فرمایئے اور اس کی علمی حیثیت کو ملاحظہ فرما کر محسوس کیجئے کہ کس اہلیت کا مالک ہے؟ اور اعتراض عالمِ اسلام کی کس عبقری شخصیت پر کر رہا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ شعر:

؎ اُٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے، کوئی خبر دے تو کیا دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ وہی نہ تھے، ارے تھے

لکھ کر اس طرح جاہلانہ وضاحت کی ہے ''یعنی یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ دو ہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا وہی ذاتِ برحق نہ تھے''۔ (صفحہ ۵۰)

اس وضاحت سے مصنف کی علمی بے مائیگی کا اندازہ لگایئے! اس قسم کا نااہل،

متعصب اور گستاخ انسان قصرِ دنیٰ کے راز اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے کلام کو کیا سمجھے گا، جبکہ کلام الامام کو سمجھنے کے لیے علم و عشق کی ضرورت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تو یہ فرمارہے ہیں:

''جب قصرِ دنیٰ کے پردے اٹھ گئے تو اس وقت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اوادنیٰ کے مقام پر فائز تھے اس لیے ہرگز یہ نہ کہنا کہ وہ (فائز بر مقامِ اوادنیٰ) نہ تھے۔ ارے وہ تو بارگاہ خداوندی میں حاضر تھے لیکن اس بارگاہ کی حضوری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا، جبکہ کوئی دوسرا تھا ہی نہیں تو کوئی کیا خبر دے سکتا ہے کہ قرب و وصال کے وقت محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس کیفیت میں سرشار تھے اور میان محبّ و محبوب کیا راز و نیاز تھے''۔

دیکھو کتنے اعلیٰ کلام کے اعلیٰ مفہوم کو مسخ کر کے ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے پیش کیا۔ میں اس سے اور اس کے تمام ہم مذہبوں سے اپنے دل میں انسانیت کا درد رکھتے ہوئے اپیل کرتا ہوں کہ توبہ کرو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ ورنہ قیامت کے دن تمہارے چہرے بھی اسی طرح مسخ کر دیئے جائیں گے جس طرح تم نے ایک مجدد وقت کے اعلیٰ کلام کے اعلیٰ مفہوم کو مسخ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے اکابرین دیو بند کی کفریہ عبارات پر گرفت کر کے انہیں ان کے کفریات سے مطلع کیا، متنبہ کیا۔ جب انہوں نے ہٹ دھرمی کی تو علمائے حرمین شریفین سے استفتاء کیا۔ نتیجتاً کفریات بکنے والوں کو علمائے حرمین شریفین نے کافر و مرتد لکھا۔ ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے جب یہ

دیکھا تو ان کی حمیت نے جوش مارا۔ بایں وجہ موصوف نے دل میں ٹھان لی کہ وہ اس کا بدلہ ضرور لیں گے۔ بس اسی جذبۂ حمیت کے ترنگ میں وہ کلامِ رضا میں سرگرداں ہو کر نقص تلاش کرنے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب کے تین صفحات ۴۹، ۵۰، ۵۱ یہ ثابت کرنے میں سیاہ کر ڈالے ہیں کہ بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ خدا اور رسول ایک ہیں، معاذ اللہ!۔ مگر ساری محنت بے بنیاد الزام تراشیوں اور بے پر کی اڑانے میں ضائع ہو گئی، اور اضاعتِ وقت کا احساس تک نہ ہوا۔ پھر یہی ثابت کرنے کے لیے صفحہ ۵۱ پر حضرت علامہ مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار تحریر کیے ہیں:

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر، ابتداء تم انتہا تم ہو
خدا کہتے نہیں بنتی، جدا کہتے نہیں بنتی
اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو

افسوس ہے! ڈاکٹر صاحب! اگر تمہیں سمجھ نہیں آتی تھی تو کسی سمجھدار کے پاس جاتے اور پوچھ لیتے کہ ان اشعار کا مفہوم کیا ہے؟ آیئے میں تمہیں ایسے سمجھاتا ہوں جیسے طفلِ مکتب کو سمجھایا جاتا ہے، اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو اپنی کم ظرفی کا رونا رویئے۔ دیکھئے زید نے ایک بڑھئی کے پاس جا کر کہا ''جناب میرے لیے مختلف سائز اور مختلف ڈیزائن کے نو میز بنا دو، اور میز تیار کرنے کی ترتیب کو یاد رکھنا۔ بڑھئی نے میز تیار کرنا شروع کر دیئے، اور جب ایک تیار ہوا تو ترتیب یاد رکھنے کے لیے اس پر (نمبر ۱) لکھ دیا۔ دوسرا تیار ہوا تو اس پر (نمبر ۲) لکھ دیا، وعلیٰ ھٰذا القیاس، جب آخری تیار ہوا تو اس پر (نمبر ۹) لکھ دیا۔ میز تیار ہو گئے۔ زید نے آ کر کہا

بڑھئی صاحب ! میز تیار ہو گئے؟ جواب ملا'' ہاں''۔ بتایئے اول کونسا تیار کیا اور آخر کونسا ؟ جواب ملا'' اول وہ ایک ہے جس پر (نمبر ا) لکھا ہوا ہے اور آخری وہ ایک ہے جس پر (نمبر ۹) لکھا ہوا ہے''۔ دیکھئے اول بھی ایک ہے اور آخر بھی ایک ہے۔ اب کوئی انسان بڑھئی کو بھی میز کی تعداد میں شامل کرے اور کہے کہ جناب اول بڑھئی ہے نہ کہ میز، یا کہے کہ تم نے میز کو اول کہہ کر بڑھئی اور میز کا ایک ہونا ثابت کر دیا، تو اسے کیا کہیے گا؟ یہی نا کہ ضعفِ عقل کا شکار ہے۔ اس لیے کہ بڑھئی میں اور لکڑی کی میز میں کوئی ذاتی مماثلت ہی نہیں ہے۔ بڑھئی صانع ہے اور یہاں اول وآخر ہونے کا اعتبار صنعت کا ہے نہ کہ صانع کا۔ بس اس قسم کے ضعفِ عقل کا شکار آپ بھی ہیں۔ آپ نے سمجھا ہی نہیں کہ ان اشعار میں اول وآخر ہونے کا اعتبار مخلوق کا ہے نہ کہ خالق کا۔ خالق کا اول بذاتہٖ ہونا قطعی یقینی ہے، اور قطعی یقینی خارج از بحث۔ لہٰذا اول وآخر ہونے کی بحث تو مخلوق کے ضمن میں ہے، اور خالق کو مخلوق میں شامل کر کے اول وآخر ہونے کی بحث چھیڑنا گویا خالق ومخلوق میں کسی قسم کی ذاتی مماثلت پیدا کرنا، اور قطعی یقینی حقیقت میں شک پیدا کرنا ہے جو کہ حماقت، بددینی، گمراہی وکفر ہے۔ لہٰذا اب سمجھئے کہ حضرت مولانا حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کیا فرما رہے ہیں؟

''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! ساری مخلوق میں نہ ہی دو اول ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دو آخر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! آپ ہی اول ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری مخلوق سے پہلے آپ کو پیدا فرمایا ہے (**اول ما خلق اللّٰہ نوری**) اور آخر بھی آپ ہی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے نبیوں کے آخر میں مبعوث فرمایا (**انا اولھم خلقا و آخر ھم بعثا**) لہٰذا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! ابتداء بھی آپ انتہا بھی آپ ہی

ہو۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی شان تو احاطۂ ادراک سے بلند و بالا ہے، تو پھر ہم آپ کو کیا کہہ کر پکاریں؟ اگر آپ کو خدا کہیں تو بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ کفر و شرک ہے، اگر جدا کہیں تو بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنالیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنالیا، اور حُبِّ طرفین کی جب یہ رفعتیں ہوں تو پھر جدا کیسے؟ اور جدائی کیسے؟ لہٰذا عاجز ہو کر ہم نے یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ کیا ہو"۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی" اے ابوبکر حقیقت میں میرے رب کے سوا مجھے کوئی پہچانتا نہیں۔ اسی حدیث پاک کی ترجمانی ہے "اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو"۔

ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے اپنی کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۱۵ پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ شعر:

؎ حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے، ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

لکھ کر مکارانہ چال چلتے ہوئے خود تعین کردہ کفریہ مفہوم کی وضاحت کی جو کہ اس طرح ہے "یعنی جڑواں پیدا ہوئے پھر بعد جنم بچھڑ گئے وہ آج گلے مل رہے تھے"۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بدنام کرنے کے لیے کیا معنی گھڑ لیے کہ اہلِ اسلام یہ سمجھیں کہ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ "اللہ و رسول جڑواں پیدا ہوئے"۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ! استغفر اللہ۔

(نقل کفر کفر نباشد) کیا یہ دجل وفریب ،عیاری و مکاری کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ جو اس قدر بے شرم و بے حیاء اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہو جائے تو اسے اجہل و اضل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ اب میں اس موصوف بصفاتِ رزیلہ سے کہتا ہوں اگر تمہیں ذرا بھی علم کی ہوا لگی ہے تو بتایئے کہ اس شعر میں ''جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے'' کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کہاں ہے؟ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ تو یہ فرما رہے ہیں کہ ''وہ کتنی ہی عجیب ساعت تھی جبکہ وصل (قربت)،فرقت (جدائی) بھی جنم کے بچھڑوں کی طرح گلے مل رہے تھے۔ مطلب یہ کہ ''جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے'' سے مراد ''وصل فرقت'' ہے نہ کہ وہ کفریہ مفہوم جو مصنف نے مراد لیا ہے۔

دجال کے دوست کون؟ کا مصنف اپنے اکابرین کا شیوہ اختیار کیے ہوئے اپنے کفریات پر حجاب و پردہ ڈالنے کے لیے اپنی کتاب میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر طرح طرح کے الزام لگاتا ہے۔ کہیں شیعہ ہونے کا الزام اور کہیں شیعی اثرات سے متاثر لکھتا ہے۔ حالانکہ دنیائے اسلام پر واضح ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے بیشتر رسائل میں رد وہابیت ہی کی طرح دلائل قاہرہ و براہینِ قاطعہ کے ساتھ شیعیت ورافضیت کا رد بلیغ بھی فرمایا ہے۔ مگر اس کے باوجود مصنف مذکور بے خبر ہے اور پرانی عادت کے مطابق رٹے رٹائے الفاظ بار بار دہراتا ہے، اور یہ مصنف کی بے خبری ہی کا نتیجہ ہے کہ صفحہ نمبر ۴۲ پر ''گستاخی کی حد کر دی'' عنوان کے تحت بعض اشعار نقل کر کے عوام الناس کو گمراہ اور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ واضح رہے کہ حدائقِ بخشش کی طباعت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ہوئی ہے۔ اس

کے مرتب غازی اہلسنت حضرت مولانا محبوب علی خان علیہ الرحمۃ ہیں ۔حدائق بخشش صفحہ ۳۷ کے متعلق مرتب علیہ الرحمۃ کا اعلان بھی شائع ہو چکا تھا، کہ صفحہ ہٰذا میں غلط ترتیب شعری سے اشعار شائع ہو گئے تھے ۔(مرتب علیہ الرحمۃ نے فرمایا)''جس کا اعلان فقیر کئی بار کر چکا،اور اپنی توبہ واستغفار کا اظہار واعلان ۱۰ جولائی ۱۹۵۵ء کے ہفتہ وار''الوارث''اور ۲۲ جولائی کو ماہنامہ''سُنی'' لکھنؤ اور ۱۰ اگست ۱۹۵۵ء کو مزید شرح و وضاحت کے ساتھ ''انقلاب'' میں ہو چکا''۔مزید فرماتے ہیں کہ''یہاں پر ام زرع اور ام زرع کی سہیلیوں کے متعلق اشعار تھے جن کو لوگوں کی غلط فہمی واشتباہ کی وجہ سے فقیر نے حذف کر دیا،مسلمان یاد رکھیں''۔دیکھئے مرتب کے اعتراف اور بار بار توبہ واستغفار اور اشعار کے احذاف کی اشاعت کے باوجود بھی کم ظرف دیوبندی وہابی اس کا ذمہ دار سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو ٹھہرا کر غلط بیانی اور الزام تراشی کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ۔حقیقت کو چھپا کر اپنی مکارانہ چالوں سے اہلِ حق کے درپئے آزار ہوتے ہیں ۔اصل میں مصنف مذکور ابھی طفلِ مکتب ہے اسے اس کی خبر ہی نہیں کہ ہنگامی دور میں بمبئی کے ایک وفد نے مولانا بوالکلام آزاد سے اسی مسئلہ میں ملاقات کی تھی جس کے جواب میں آزاد صاحب نے کہا تھا''مولانا احمد رضا ایک سچے عاشقِ رسول گزرے ہیں میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہینِ نبوت ہو''۔چنانچہ یہ کہہ کر آزاد صاحب نے اس وفد کو واپس کر دیا۔

حدائقِ بخشش پر تو موصوف کی نظر پڑ گئی جس پر خوب واویلا کیا اور اس کا جواب با صواب حق وصداقت کی منہ بولتی تصویر بن کر خود مرتب علیہ الرحمۃ نے اور بعدہٗ جمیع علمائے اہل سنت نے بار بار دیا ہے۔بتایئے کیا جنابِ والا نے ''الامداد'' کی مندرہ ذیل عبارت

کو بھی پڑھا ہے۔''ایک ذاکر کو مکشوف ہوا کہ احقر (اشرف علی تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔انہوں نے مجھ سے کہا میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کمسن عورت ہاتھ آئے گی اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زائد تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھی، وہی قصہ یہاں ہے''۔(رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

اب بتائیے کیا اس عبارت میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عزت وحرمت کے ساتھ کھیل نہیں کھیلا گیا؟ لیکن آج تک اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوئی۔

بحمدللہ حدائق بخشش پر تمام اعتراضات کے جوابات راقم نے شرح وبسط کے ساتھ تحریر کر دیئے۔اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے،اور ہمیں دین کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

رد بدعات ومنکرات

حضرت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی گرانقدر تصانیف میں جابجا محرمات ومنکراتِ شرعیہ اور بدعات وخرافات کے خلاف لکھا ہے اور مسلمانوں کو ان سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے،مگر جو انسان قلتِ مطالعہ یا کم علمی کی وجہ سے ان گرانقدر تصانیف کا مطالعہ نہ کر سکے اور پھر دریدہ ذہنی سے بدعات کے رائج کرنے کا الزام سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر لگائے تو اس سے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کا کیا نقصان ہے؟ہاں! الزام تراشی کرنے والے کی علمی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔دجال کے

دوست کون؟ کے مصنف نے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے صفحہ ۶۰ پر تحریر کیا ہے:

’’جناب احمد رضا خان نے بدعتوں کا کیسا سیلاب کھڑا کیا، مزارات کی پختگی، پھر ان پر قبے، پھر میلے اور چڑھاوے، عرس کے نام پر مرد و زن کا اختلاط و بے حیائی، قبروں پر چراغاں، قبروں پر چادر پوشیاں، قبروں پر پھول چڑھانا، چڑھاوے چڑھانا، تیجہ دسواں چالسواں اور برسی کرنا، اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا، قبروں کے سجدے اور طواف کرنا، قوالیوں اور ڈھولک کے ذریعے ایک توفانِ بدتمیزی کھڑا کرنا وغیرہ وغیرہ........‘‘۔

قبے بنانا

اس عبارت میں مصنف نے پہلی بات یہ ظاہر کی ہے کہ مزارات کی پختگی اور پھر ان پر قبے بنانا سیدنا احمد رضا خان فاضلِ بریلوی علیہا لرحمۃ نے رائج کیا ہے، یعنی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے قبل یہ نہ تھے، جبکہ تاریخِ اسلام سے معمولی وابستگی رکھنے والا مبتدی بھی جانتا ہے کہ مزارات، قبے وغیرہ اس دور سے بنتے چلے آرہے ہیں جسے قرونِ ثلٰثہ کہا جاتا ہے۔ دیکھئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے مزارات پر چھت پہلی صدی والے معزز حضرات نے تعمیر کیا تھا۔ پھر صحابۂ کرام کے مزارات پر قبہ جات تعمیر کرنے والے کون تھے؟

مزید برآں سیدنا غوثِ اعظم جیلانی، محبوبِ سبحانی پیر محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کا مزار شریف کب تعمیر ہوا تھا؟، حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ اور سیدنا حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے مزار مبارکہ کب تعمیر ہوئے؟ اوران

مزارات پر ایصال ثواب کی مجالسِ اعراس جنہیں مصنف مذکور نے کج فہمی اور تعصب سے میلے چڑھاوے کا نام دیا ہے کب سے جاری وساری ہیں؟ اب میں مصنف مذکور سے پوچھتا ہوں کہ جناب بتائیے کیا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پُر انوار پر چھت، صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی قبور پر قبے، سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کا پُر شکوہ مزار، سیدنا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر خوبصورت گنبد، حضرت مجدد الف ثانی شیخ سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا روضۂ پاک اور حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار پر گنبد تعمیر کرنے کا فتویٰ سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے دیا تھا؟ اور یہ بھی بتائیے کہ جب یہ مزارات تعمیر کیے گئے تھے کیا اس وقت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مسند افتاء پر فائز تھے؟ ہمت ہے تو جواب دیجئے۔

ان سوالات کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ یہ مزارات تو سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ولادت سے صدیوں پہلے تعمیر کیے گئے تھے۔ پھر یہ کہنا کہ احمد رضا نے ایسا کیا جہالت و ضلالت اور تاریک تعصب نہیں تو کیا ہے؟۔ اور جس چیز کا ثبوت قرونِ ثلاثہ، پھر ادوارِ ائمہ اور اولیائے کاملین سے ہو، اس کے خلاف بکنا اور اس چیز کی نسبت ۱۸۵۶ء میں پیدا ہونے والے آفتاب علم وفن کی جانب کر کے عوام الناس کو مبتلائے شکوک واوہام کرنا فعلِ شیطانی، دجل وفریب نہیں تو کیا ہے؟ اور بتائیے کہ ایسا کرنے والا دجال کا دوست ہے یا نہیں؟

اختلاطِ مردوزن

اسی مذکورہ عبارت میں مصنف نے عرس کے نام پر مردوزن کے اختلاط اور بے حیائی کا ذمہ

دار بھی اپنی سفاہت کی بناء پر سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کو ٹھہرایا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسی بے تکی باتوں اور کذب بیانی سے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہوئے مصنف مذکور کو نہ شرم آئی اور نہ خوفِ خدا۔ مصنف مذکور اور تمام دیوبندی برادری اور جمیع فرقِ باطلہ کے ذمہ داران سے اپیل کرتا ہوں کہ دل میں خوفِ خدا پیدا کر کے، آنکھوں سے تعصب کی پٹیاں اتار کر، صرف حق کے متلاشی بن کر، ہاتھوں میں انصاف کا دامن تھام کر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ موصوف اپنے زمانے کے واقعی ''اعلیٰ حضرت'' ہیں اور ''مجدد دین وملت'' ہیں۔ تمام مخالفین سے میں کہتا ہوں کہ سیدی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی دو کتابیں ''**مروج النجاء لخروج النساء**'' اور'' **جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور** '' کا مطالعہ کیجئے جن میں سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے مرد وزن کے اختلاط و بے حیائی کی مذمت اور شرح وبسط کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے اور اختلاط غیر محارم کو حرام حرام حرام لکھا ہے۔ ان تمام حقائق سے بے خبر ہو کر مصنف مذکور نے کمال دریدہ ذہنی سے کام لیا ہے، اور کذب بیانی کی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی تصانیف میں ضرورتِ زائرین کے سوا قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے اور اضاعتِ مال لکھا ہے، اور صالحین کی قبور کو عوام کی قبور سے ممتاز کرنے کے لیے صرف ایک چادر پوشی سے زیادہ کو منع فرمایا ہے۔ مگر ان تمام تعلیمات سے دجال کے دوست کون؟ کے مصنف نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے عوام الناس کو فریب دے کر شیطانی کارنامہ انجام دیا ہے۔

قبروں پر پھول ڈالنا

قبروں پر پھول نچھاور کرنے کو مصنف نے بوجہ جہالت بدعت لکھا ہے۔ جبکہ بخاری شریف کی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ جناب نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ ان قبروالوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے (یعنی اگر ان گناہوں سے بچنا چاہتے تو بچ سکتے تھے مگر بچے نہیں)۔"اَمَّا اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ" ان دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی تر شاخ لی، اس کو چیرا، اور ہر ایک کی قبر پر ایک ایک شاخ گاڑھ دی۔ حضرات صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی عذاب میں تخفیف رہے گی۔ (بخاری) اس حدیثِ پاک سے چند باتیں روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آئیں:

اول: یہ کہ ہمارے آقا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح زمین کے اوپر کی تمام چیزوں کو ملاحظہ فرماتے ہیں اسی طرح زمین کے نیچے کی بھی کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے باہر ہوں تو اندر کے حالات جانتے ہیں اور اگر قبر انور کے اندر جلوہ فرما ہوں تو انہیں باہر کا بھی علم ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بندہ مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے　　　بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے

دوم: یہ کہ زندگی میں ان دو اشخاص نے جو گناہ کیے تھے وہ بیان فرما کر **عالمِ ما کان وما یکون** نے اس حقیقت کو بھی بے نقاب فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے اقوال واعمال کی خبر رہتی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوشیدہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ اس حدیثِ پاک نے ہمارے عقائد میں نکھار لایا ہے۔ سوم: یہ کہ ہری اور تر سبزیاں اور لہلاتے پھول قبر رڈالنا نہ صرف درست ہے بلکہ سرکارِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ جب تک وہ تر رہیں گی اس وقت تک عذاب میں کمی رہے گی۔

تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ

مذکورہ عبارت میں تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کو بدعت میں شمار اور سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جانب منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ سب ایصالِ ثواب ہی کی مجالس کے مختلف نام ہیں۔ نام مختلف ہیں مقصود صرف ایک، اور وہ ''ایصالِ ثواب'' ہے، جس کے جواز پر کلام نہیں۔ دیو بندیوں کے پیر، داد پیر اور اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کے جواز کے قائل تھے، موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''گیارھویں شریف حضرت غوثِ پاک قدس سرہٗ اور دسواں، بیسواں، چہلم و ششماہی وسالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب براءت ودیگر ثواب کے کام اسی قاعدہ پر

مبنی ہیں''۔(فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۷) ؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری!

حاجی صاحب نے بھی فیصلہ کر دیا کہ فاتحہ، نیاز کی مروجہ تمام صورتیں اور دسواں، بیسواں وغیرہ سب جائز ہیں۔معلوم ہوا کہ ان کے پیر صاحب تو جواز کے قائل، مگر مریدین کے نزدیک بدعت و ناجائز۔اب میں پوچھتا ہوں جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور اور تمام دیوبندیوں سے کہ بتایئے حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلاف جو کہ تیجہ، دسواں ، چالیسواں اور برسی کے جواز کے قائل تھے تمہارا کیا فتویٰ ہے؟۔یا تو تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی کو جائز مانو یا پیر صاحب کے خلاف فتویٰ صادر کرو۔

جانور پالنا

مذکورۃ الصدر عبارت میں اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنے کو بدعات میں شمار کیا، جبکہ بعض دیوبندیوں نے نسبتِ غیر اللہ کی وجہ سے حرام تک بھی لکھا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف اولیاء اللہ کے نام پر جانور پالنا یا اولیاء اللہ کی جانب منسوب کرنا بدعت و حرام ہے یا جمیع غیر اللہ کی جانب منسوب کرنے سے یہ قباہتِ بدعت وحرمت آتی ہے؟ اگر صورتِ اول مقصود ہے تو بتایئے یہ تخصیص کیوں اور کیسی؟ اگر صورتِ ثانی مقصود ہے تو پھر معاشرہ میں نظر ڈالیے سب پالتو جانور بدعت وحرام! یہ گائے زید کی ہے، وہ بیل بکر کا ہے، فلاں رنگ کا مینڈھا عمر کا ہے، سب منسوب باسمائے غیر اللہ ہیں۔ایک بزرگ صاحبِ شرع و ورع فرماتے ہیں کہ ''میرا گزر ایک دیوبندی ملّا کے گھر کے قریب سے ہوا تو دیکھا کہ ملا جی بھیڑ کے ایک خوبصورت بچے کو چارہ ڈال رہے ہیں، مجھے وہ بھیڑ کا بچہ پسند آیا، ملّا جی سے کہا

، جناب اسے فروخت کر دیجئے میں خریدنا چاہتا ہوں ۔ملّا جی نے جواب دیانہیں جناب میری اماں جان جو کہ بزرگ ہیں، میں یہ ان کے لیے پال رہاں ہوں ورنہ آپ کو بلا قیمت ہی ہدیہ دے دیتا''۔ دیکھئے جناب ماں کے نام پر جانور پالنا تو جائز ہوا مگر اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے پالنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے ایصالِ ثواب کرنا بدعت و ناجائز یا حرام! کیا دین اسی کا نام ہے؟ **ولکن الوھابیة قوم لا یعقلون۔**

قبروں کے سجدے اور طواف

زیرِ بحث عبارت میں مصنف نے کوتاہ علمی، جہالت وضلالت کا ثبوت دیتے ہوئے قبروں کے سجدے اور طواف کو سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی جانب منسوب کیا ہے۔ کیا ہی تعصب و ہٹ دھرمی ہے، جو کہ انہیں مانع مطالعہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے حرمتِ سجدۂ تعظیمی کے موضوع پر ایک مستقل کتاب **''الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التحیة''** تصنیف فرمائی ہے۔ اس میں آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''مسلمان! اے مسلمان! شریعتِ مصطفیٰ کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت جلالہ، کے سوا کسی کے لیے نہیں۔ اس کے غیر کے لیے سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین.....اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین.....اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین.....ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول......اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول.... ہاں مثلِ صنم......صلیب و شمس و قمر کے لیے سجدہ قطعاً اکفار......ان کے

سوا مثل پیرومزار کے لیے ہرگز ہرگز نہ جائز ومباح......بلکہ حرام وکبیرہ وفحشاء''۔

طوافِ قبور کے بارے میں فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۸ مطبوعہ مبارکپور میں فرماتے ہیں،'' مزار کا طواف کہ بنیت تعظیم کیا جائے ...ناجائز ہے ...کہ تعظیم بالطّواف مخصوص بخانۂ کعبہ ہے''۔لہٰذا ثابت ہوا کہ دجال کے دوست کون؟ کا مصنف اپنے دعوے میں کذاب ومفتری ہے۔

قوالی اور ڈھولک وغیرہ

مصنف مذکور نے یہاں دعویٰ بلا دلیل یہ بھی کیا ہے کہ (مزارات پراعراس میں) قوالیوں اور ڈھولک کے ذریعے ایک طوفانِ بدتمیزی کھڑا کرنے کے ذمہ دار بھی جناب احمد رضا خان ہیں۔جبکہ مصنف کا یہ بھی دجل وفریب اور کذب بیانی ہے۔سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ احکامِ شریعت حصہ دوم میں فرماتے ہیں:

''خالی قوالی (بغیر ڈھول باجہ وغیرہ کے جیسے شعرائے کرام جلسوں میں نعت شریف پڑھتے ہیں) جائز ہے،اور مزامیر (بانسری،ڈھول ،باجے وغیرہ) حرام''۔مزید فرماتے ہیں،'' حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی رضی اللہ عنہٗ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں مزامیر حرام است۔حضرت مخدوم شرف والملۃ والدین یحیٰ منیری قدس سرہٗ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا ہے''۔احکامِ شریعت میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''ایسی قوالی (جس میں ڈھول،سارنگیاں وغیرہ بجیں) حرام ہے،حاضرین سب گنہگار ہیں،اوران سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اورقوالوں پر ہے اورقوالوں کا بھی

گناہ عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوال کے ذمے حاضرین کا وبال پڑھنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں، بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ، اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ، اور سب حاضرین کے برابر جدا، اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا، اور سب حاضرین کے برابر علیٰحدہ''۔

اذانِ قبر

مقصودِ جواب کتاب دجال کے دوست کون؟ کے صفحہ نمبر ۶۰ پر مصنف نے اذانِ قبر کو بدعت کہا اور ممنوع ثابت کرنے کے لیے بڑے مکر وفریب سے کام لیا مگر عبث، اس لیے کہ اس کا جواز یقینی ہے شرع شریف سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں، اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً منع نہیں ہوسکتا۔ قائلانِ جواز کے لیے تو اسی قدر کافی ہے کہ اس سے شرع نے منع نہیں فرمایا۔ مگر پھر بھی سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے دلائل و براہینِ واضح سے بطورِ احسان اس کے جواز کو ثابت کیا ہے۔ رہی بات مدعیانِ ممانعت کی، تو اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں، ''دلائلِ شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کریں''۔ یقیناً وہ آج تک ثابت نہیں کر سکے، اور نہ کر سکیں گے، ''**ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا**''۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالے ''**ایذان الاجر فی اذان القبر**'' کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کی قبر پر اذان دینا جائز، مستحسن، باعثِ ثواب اور میت کے لیے بے حد مفید ہے۔ مگر متعصبین واغیار کو اطمینان قلب نصیب نہیں، اس لیے کہ یہ بات بھی حق ہے

کہ گستاخانِ رسول وتمام فرقِ باطلہ کی قبور پر اذان دینا نہ جائز ہے، نہ مستحسن، نہ اس میں ثواب ہے اور نہ ایسے اموات کے لیے مفید۔ تو پھر ان کی جانب سے واویلا کیسا؟ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اذانِ قبر کے جواز کے ثبوت میں برجستہ پندرہ دلائل پیش فرمائے ہیں اور پندرہ فوائد برائے احیاء و اموات تحریر فرمائے ہیں جنہیں مصنف مذکور نے بوجہ جہالت وضلالت وکج فہمی قلا بازیوں سے تعبیر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ''اس کے ثبوت کے لیے ''ایذان الاجر اذان قبر'' نامی رسالہ لکھا جس میں اس بدعت کو ثابت کرنے کے لیے بڑی قلا بازیاں کھائیں''۔ دیکھئے اس عبارت میں لکھا ہے کہ ''اس کے ثبوت کے لیے ''ایذان الاجر اذان قبر'' نامی رسالہ لکھا''۔ جبکہ رسالہ کا نام ''**ایذان الاجر فی اذان القبر**'' ہے۔ پتہ چلا مصنف مذکور کو رسالہ کے درست نام ہی کی خبر نہیں ہے۔ اگر نام ہی نہیں آتا تو رسالہ کے بیچ کیا مندرج ہے اس کی کیا خبر ہوگی۔ لگتا ہے کہ مصنف مذکور نے یہ کتاب مستطاب پڑھی ہی نہیں، جبکہ کسی سے اس کا نام سن لیا اور سُننے میں بھی سہو ہو گیا۔ یہ تمام باتیں مصنف کے نااہل ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔ اس قسم کے نااہل آدمی کی کتاب کا جواب دینا ناچیز ضروری نہ سمجھتا تھا، محض صاحبِ اخلاص احباب کے اصرار پر اور وہ بھی اس لیے کہ مصنفِ کتاب تو اجہل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اضل بھی ہے اور یہ کتاب (دجال کے دوست کون؟) اس کی ضلالت کی تاریکی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی سادہ لوح مسلمان اس تاریکی میں گم گشتہ راہ ہو جائے۔ ضروری سمجھا کہ اس تاریکی کے لیے ایک مشعل روشن کردی جائے جو کہ اس تاریکی میں بکھرے ہوئے ایمان لیوا جراثیم وتکلیف دہ خارزاروں کے ظاہر ہونے کا سبب ہوتا کہ اہلِ ایمان محفوظ رہ سکیں۔

ذکرِ بالجہر

دجال کے دوست کون؟ کے صفحہ نمبر ۷۵ پر مرقوم ہے: ''بعض مساجد میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ سر ہلا کر اونچی آواز میں کلمہ شریف کا ورد کرتے ہیں۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور مطلوبِ شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے''۔

اس عبارت میں مصنف نے ذکر بالجہر کو مطلوبِ شرعی کے خلاف اور بدعت لکھا ہے۔ جبکہ ذکرِ بالجہر متوسط کا جواز و مستحسن ہونا دلائل قویہ اور براہینِ صادقہ سے ثابت ہے، اور جہر مفرط کے حکم میں جہر متوسط کو سمجھنا جہالت وحماقت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جہر مفرط خارج از بحث ہے، جبکہ جہر متوسط بفرمانِ الٰہی'' **فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰبآء کم او اشد ذکرا** '' (اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا زیادہ) سے ثابت۔ اور تفسیر روح البیان میں آیتِ پاک'' **ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار** '' کے تحت ہے:

''**الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذلم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظھار الدین ووصول برکۃ الذکر الی السامعین فی الدور والبیوت ویوافق الذکر من سمع صوتہ و یشھدلہ یوم القیامۃ کل رطب و یابس صوتہ**''۔

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ دکھاوے سے نہ ہو کہ لوگ (سن کر) اسے اچھا جانیں، دین کے اظہار کے ساتھ ہو، اور (اس لیے ہو کہ) ذکر کی برکت

گھروں میں سامعین تک پہنچے، اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جائے، اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذکر کرنے والے کے ایمان کی گواہی دے۔

بخاری شریف جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے: **عن ابن عباس ان رفع الصوتِ بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم**"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا رواج تھا۔ مزید برآں مشکوٰۃ اور مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "**کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوت الاعلیٰ: لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ**"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے" **لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ**"۔ لہٰذا ذکر بالجہر کا جواز واستحسان ثابت ہوا۔ مگر مصنف مذکور عدمِ علم کی وجہ سے عدمِ تحقیق کا شکار ہے۔ اس مسئلہ پر بے شمار حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں، لیکن خوفِ طوالت دامنگیر ہے۔

مسئلۂ ہٰذا کی تفصیل کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد اسلم رضا مصباحی کی کتاب" درود حضوری پر اعتراض کا تحقیقی جواب" ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ

سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان درسِ نظامی کے ایک متبحر عالم ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے مجدد کامل تھے۔دنیائے اسلام کے حق میں آپ علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ایسی نعمتِ غیر مترقبہ تھے کہ ان کی علمی و قلمی خدمات دنیائے علم و دانش کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔آپ علیہ الرحمۃ نے جس عنوان پر قلم اٹھایا ایسے گوہرِ آبدار بکھیرے کہ دشمنوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔اس عہد کے بڑے سے بڑے صاحبِ فضل وکمال نے آپ علیہ الرحمۃ کی آستانہ بوسی کوفخر ومباہات جانا،آپ علیہ الرحمۃ نے علوم ومعارف کے ایسے بیش بہا خزانے لٹائے کہ دیوبند کی تجوری ان کھنکھناتے سکوں سے آج تک خالی ہے۔اپنے تو اپنے غیروں نے بھی آپ کے فضل وکمال کا لوہا مانا ہے۔آپ علیہ الرحمۃ کا قلم تھا کہ حقائق و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر،جس فن کی جانب رُخ کیا اس کے امام وقائد تسلیم کیے گئے۔ان تمام فضائل وکمالات کے باوجود جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان/شاہد سرور صاحب آپ نے اور آپ کی دیوبندی برادری نے اپنی آنکھوں پر تعصب کی رضائی ڈال رکھی ہے ،اور اس آفتابِ علم وفن کی ضیاپاشیوں سے اپنی آنکھوں کو محروم رکھا ہوا ہے،اور آپ نے اندھے پن کی وجہ سے اپنی کتاب میں جگہ جگہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی شان میں بد تمیزی کا مظاہرہ کیا ہے۔کاش کہ آپ اپنے اکابرین سے پوچھ لیتے کہ جناب بتایئے بریلی کے تاجدار کی شان کیا ہے؟اور آپ انہیں کیا تسلیم کرتے ہیں؟ دیکھئے ڈاکٹر صاحب! آپ نہیں جانتے تو میں حوالے دیتا ہوں۔یہ ہے ''حیات امداد'' صفحہ نمبر ۳۸ طبع کراچی،اور یہ

ہے انوارِ قاسمی صفحہ نمبر ۳۸۹ اور یہ لیجئے ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۰ فروری ۱۹۶۲ء: آپ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مفتی محمد حسن بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت تھانوی نے فرمایا، اگر مجھے مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقعہ ملتا تو میں پڑھ لیتا''۔

بتایئے جناب! آپ کے جلیل القدر مقتداء سیدنا امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنا امام ماننے اور بنانے کے لیے تیار اور آپ ہیں کہ مغلظات تحریر کرتے ہوئے تھکتے نہیں، اور الزام تراشیوں سے بس نہیں کرتے۔ اگر آپ میں اپنے دھرم کے مطابق ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا تو اپنے مقتداء کی اقتداء میں رہتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنا امام تسلیم کر لیتے اور ہرگز زبان طعن دراز نہ کرتے۔ اور یہ بھی بتایئے کہ جو صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے اکابرین کے امام کو دجال کہے وہ خود دجال ہے یا نہیں؟

لیجئے ایک اور حوالہ بھی پڑھ لیجئے 'ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ء': ''مولانا تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں احمد رضا کے لیے بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشقِ رسول کی بناء پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہا''۔

دیکھئے جناب آپ کے حکیم الامت تو امام مان کر احترام بھی کرتے ہیں مگر آپ کی پوری کتاب پڑھ کر ثابت ہوتا ہے کہ دشنام دہی میں آپ کی انتہا ہی نہیں۔ کہیں آپ نے انہیں بدعتوں کا رائج کرنے والا لکھا جس کا جواب باصواب دیا جا چکا ہے اور کہیں آپ نے ان کے علم کو 'علمی کم مائیگی' (صفحہ ۲۵) سے تعبیر کیا، جو کہ آپ کے جاہل ہونے کا ثبوت ہے اس لیے کہ سیدی اعلیٰ حضرت کے علم و فقاہت کو آپ کے اکابرین نے بھی تسلیم کیا

ہے۔اطمینان نہ ہوتو ملاحظہ کیجئے ’’رسالہ دیوبند صفحہ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ،سفید اور سیاہ صفحہ۱۱۴‘‘۔آپ کے دیوبند کے محدث انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

’’جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب حدیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت حدیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہلِ حدیث حضرات و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہوگیا کہ اب بخوبی احادیث کی شروح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں،تو واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالمِ دین اور فقیہ ہیں‘‘۔

دیکھانا! انور شاہ کشمیری نے بھی سیدی اعلیٰ حضرت کو زبردست عالمِ دین اور فقیہ مانا۔’’**الفضل ما شهدت به الاعداء**‘‘ مگر آپ ہیں کہ علمی کم مائیگی سے تعبیر کر رہے ہیں۔لہٰذا بتایئے جناب! آپ خود کاذب ہیں یا آپ کے محدث انور شاہ کشمیری؟ مجھے یقین ہے کہ آپ خود تو یہ فیصلہ کریں گے نہیں،اس لیے کہ چور کی داڑھی میں تنکا،لہٰذا میں آپ کی دیوبندی برادری کے ہاتھوں میں یہ فیصلہ دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کاذب کون؟ یقیناً ساری دیوبندی برادری اپنے زبردست محدث،فخرِ دیوبند علامہ،انور شاہ کشمیری کو کاذب ہرگز نہیں کہہ سکتی،نتیجتاً کاذب آپ ہی ٹھہریں گے،لہٰذا **لعنة اللّٰه على الكٰذبين** کی چادر میں اپنے منہ کو لپیٹ لیجئے۔

صرف انور شاہ کشمیری ہی نے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے علم وفضل وتحقیق

کے کمال کو نہیں مانا بلکہ دیو بند کے شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی بھی لکھتے ہیں:

''مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں بُرا کہنا بہت ہی بُرا ہے کیوں کہ وہ بہت بڑے عالم اور بلند پایہ محقق تھے۔مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالمِ اسلام کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا سکتا''۔

(رسالہ ہادی دیو بند صفحہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ، طمانچہ صفحہ ۴۱۔۴۲)۔

دجال کے دوست کون؟ کے مصنف! جناب ڈاکٹر/ شاہد سرور صاحب اپنے اکابرین کی عبارات کو پڑھیئے اور پھر اپنی ہی لکھی ہوئی مذکورہ کتاب کو پڑھیئے اس کے بعد اپنے مقام کا تعین کیجئے کہ آپ کا مقام اکابرینِ دیو بند کے مقابلے میں کیا ہے؟ اب آیئے سید سلیمان ندوی کی عبارت کو پڑھیئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ جو ہفوات کا پلندہ آپ نے لکھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''اس احقر نے مولانا احمد رضا صاحب بریلوی کی چند کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ کی خیرہ ہو کر رہ گئیں، حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب مرحوم کی ہیں جن کے متعلق کل تک یہ سُنا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں مگر آج پتہ چلا کہ نہیں، ہر گز نہیں یہ اہلِ بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے سکالر اور شاہکار نظر آتے ہیں۔جس قدر مولانا مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب مولانا شبلی صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ....اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیو بندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا

بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے''۔(ماہنامہ ندوہ اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۷۔ سفید و سیاہ صفحہ ۱۱۲)۔

جناب ڈاکٹر/شاہد سرور صاحب آپ نے جو لاوا امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کے خلاف اگلا ہے وہ محض اپنی جہالت وہٹ دھرمی کی وجہ سے اور اس غصے میں کہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے کفریہ عبارات پر گرفت فرما کر علمائے دیوبند کی تکفیر فرمائی ہے، اور یہ آپ کا غصہ بھی بوجۂ جہالت ہے۔دیکھئے''ماہنامہ جناب عرض رحیم یار خان غزالی دوراں نمبر، جلد نمبر ا شمارہ ۱۰۔ ۱۹۹۰ء، صفحہ نمبر ۲۴۵۔۲۴۶'' پر مرقوم ہے کہ:

''تحریک ختم نبوت کے دوران قاسم باغ ملتان کے ایک جلسہ میں دیوبندی امیرِ شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا''بھائی بات یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب قادری کا دماغ عشقِ رسول سے معطر تھا اور اس قدر غیور آدمی تھے کہ ذرہ برابر بھی توہینِ الوہیت و رسالت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے پس جب انہوں نے ہمارے علماء دیوبند کی کتابیں دیکھیں تو ان کی نگاہ علماء دیوبند کی بعض ایسی عبارات پر پڑی کہ جن میں سے انہیں توہینِ رسول کی بو آئی، اب انہوں نے محض عشق رسول کی بناء پر ہمارے ان دیوبندی علماء کو کافر کہہ دیا اور وہ یقیناً اس میں حق بجانب ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں آپ بھی سب مل کر کہیں، مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ'' سامعین سے کئی بار رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کہلوائے''۔

سبحان اللہ! عطاء اللہ شاہ بخاری دیوبندی نے بھی فیصلہ کر دیا کہ مسئلہ تکفیر میں امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حق بجانب ہیں۔جناب ڈاکٹر/شاہد سرور صاحب اب آیئے اپنے اطمینانِ قلب کے لیے اٹھایئے''اشد العذاب'' صفحہ نمبر ۱۳ طبع دیوبند۔اور

ملاحظہ فرمائیے کہ دیوبند کے مناظر مرتضٰی حسن چاندپوری کیا فرماتے ہیں:

''اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے تھے، جیسا کہ انہوں نے سمجھا، تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے''۔ اسی کو کہا جاتا ہے ''جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے''۔

دجال کے دوست کون؟ کتاب کے مصنف صاحب! اب بتائیے کہ غصہ ٹھنڈا ہوا یا نہیں؟ کیا اب بھی کوئی گلہ باقی رہا کہ خان صاحب نے کافر بنا دیا! نہیں، بلکہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فریضۂ تکفیر ادا کر کے اپنے اور امت مسلمہ کے ایمان کو بچایا ہے۔

مقصودِ جواب کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' کے مصنف صاحب! آپ نے مذکورہ کتاب بریلوی حضرات کے خلاف لکھ کر ایک ہنگامہ برپا کیا ہے، کاش! کہ آپ یہ کارنامہ انجام دینے سے قبل اپنے اکابر مفتیوں سے دریافت کر لیتے کہ جو بریلوی حضرات کے خلاف لکھے، تقریر کرے یا کسی قسم کا ہنگامہ برپا کرے وہ کون ہے؟ آپ کو نہ تو یہ دریافت کرنے کی توفیق ہوئی اور نہ ہی اپنے اکابرین کی تحریریں پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ لہٰذا آیئے میں حوالہ دیتا ہوں، پڑھیئے، ماضی کی توبہ کیجئے اور آئندہ احتیاط سے کام لیجئے:

''جمعیت علماء اسلام کے بڑے مشہور دیوبندی عالم مفتی محمود نے کہا کہ میں اپنے عقیدت مندوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے بریلوی حضرات کے خلاف کوئی تقریر یا ہنگامہ کیا تو میرا ان سے کوئی تعلق نہ رہے گا اور میرے نزدیک ایسا کرنے والا نظامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہوگا''۔ (روزنامہ آفتاب ملتان، مارچ ۱۹۷۹ء)۔

جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان / شاہد سرور صاحب! معلوم ہوا کہ آپ بریلوی

حضرات کے خلاف یہ ہنگامہ برپا کر کے اپنے ہی مشہور و معروف عالم، مفتی محمود دیوبندی کے نزدیک نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے، اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اجماعاً کافر ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کنز الایمان

جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور صاحب! آپ نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶/ ۳۷ پر ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' پر اعتراض کر کے دریدہ دہن اور اجہل ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ یہ وہ ترجمہ ہے جس کی تعریف میں آپ ہی کے اکابرین رطب اللسان ہیں۔ آپ کے اکابرین تو تعریف فرما رہے ہیں اور آپ ہیں کہ اعتراض کر کے اپنے اکابرین پر بھی علمی فوقیت حاصل کر رہے ہیں، اور ان کا رد کر رہے ہیں ۔کیا تہذیب اسی کا نام ہے؟ دیکھئے ''خیابانِ رضا'' طبع لاہور کے صفحہ نمبر ۱۲۱ پر ہے کہ مولوی عبدلقدوس دیوبندی نے کہا:

''قرآن پاک کا سب سے بہتر ترجمہ مولانا احمد رضا خان کا ہے جو لفظ انہوں نے ایک جگہ رکھ دیا ہے اس سے بہتر لفظ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا''۔

اب اٹھایئے ماہنامہ فاران کراچی مارچ ۱۹۷۶ء اور پڑھئے کہ دیوبندی عالم ماہر

القادری صاحب کیا فرماتے ہیں؟

’’مولانا (احمد رضا) صاحب نے ترجمہ میں بڑی نازک احتیاط برتی ہے ....مولانا صاحب کا ترجمہ خاصا اچھا ہے......ترجمہ میں اردو زبان کے احترام پسندانہ اسلوب قائم رہے‘‘۔اور وہابی ترجمان المنبر لائل پور ۶ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ میں ہے’’مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے ترجمہ (کنزالایمان) کو اعلیٰ مقام حاصل ہے‘‘۔دیوبندی شیخ القرآن غلام اللہ خان کی زیرسرپرستی شائع ہونے والا دیوبندی ترجمان لکھتا ہے:

(دیگر مترجمین کا نام لینے کے بعد)’’مولانا احمد رضا خان کے قرآن کے ترجمے کو اعلیٰ مقام حاصل ہے‘‘۔(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۴)۔

دیکھئے! یہ ہیں علمائے دیوبند کے تاثرات ترجمہ کنزالایمان کے بارے میں! مگر اس کے باوجود آپ نے بے بنیاد اعتراض کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔سب سے پہلا اعتراض آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی علمِ غیب کا انکار کرتے ہوئے یآایھا النبی کے ترجمے پر کیا ہے۔اس میں شک نہیں کہ علمائے حقہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ سرکارِ دوعالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عطا سے **عالمِ ماکان وما یکون** ہیں۔اگر اس پر دلائل تحریر کرنا چاہوں تو ایک ضخیم کتاب بن جائے۔جبکہ اس عنوان پر بہت سی کتابیں علمائے حقہ نے تصنیف فرمائی ہیں، یہاں خوفِ طوالت کے سبب خامہ فرسائی کی چنداں ضرورت نہیں، اہلِ علم ونظر ملاحظہ فرما سکتے ہیں مگر:

آنکھ والا تیرے جوبن کا نظارا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دجال کے دوست کون؟ کتاب کے مصنف صاحب! آپ نے اعتراض تو کیا مگر اعتراض کی تکمیل وتوثیق نہ کی۔اعتراض کی تکمیل وتوثیق تو تب ہوتی جبکہ آپ لکھتے کہ لفظِ ''نبی'' کے معنی غیب بتانے والا،غیب کی خبریں دینے والانہیں ہے بلکہ فلاں لغت کے صفحہ نمبر....... پر لفظِ ''نبی'' کے معنی ...... ہیں۔افسوس کہ آپ نے اعتراض تو کیا مگر باندازِ جاہلانہ۔سورۃ تحریم کی جس آیت کوبطورِحوالہ آپ نے پیش کیا ہے اس کے ترجمہ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے لفظِ ''نبی'' کو بریکٹ میں رکھا ہے اور یوں ترجمہ فرمایا ہے:

''اے غیب بتانے والے(نبی) تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے''۔

مصنف صاحب! آپ نے بددیانتی کرکے بریکٹ ہٹا کر اعتراض کی راہ ہموار کرنے کی ناکام کوشش کی ہے،جتنا بھی چاہو بددیانتی کرلومگر واضح رہے کہ یہ ترجمہ لغاتِ عربی اور تفاسیر قرآن کے عین مطابق ہے،علم ہوتو ملاحظہ فرمالیں۔اب ایک سوال آپ جیسے احمقوں کی جانب سے یہ بھی ہوتا ہے کہ''اے غیب بتانے والے'' کے بعد(نبی) لکھنے کی کیا ضرورت تھی تواس کا جواب یہ ہے کہ ان تمام مترجمین کوجنہوں نے یآایھا النبی کا ترجمہ ''اے نبی'' کیا ہے سیدی اعلیٰ حضرت نے درس دینے کے لیے بریکٹ میں نبی لکھا اور سمجھایا کہ''ترجمہ کرنے والو!لفظِ''نبی'' کا ترجمہ''نبی''نہیں بلکہ''غیب بتانے والا'' ہے۔مصنف صاحب اگرتمہیں اطمینان نہیں تولفظِ''نبی'' کا ترجمہ پیش کروکہ''غیب بتانے والا'' کے سوا کیا ہے؟۔

آپ نے اپنا دوسرا اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:''سورۃ الرحمٰن میں اپنے کچھ

مخصوص عقائد کو ثابت کرنے کے لیے کیا کیا گل چھرے چھوڑے گئے''۔(صفحہ نمبر ۳۷)۔

دیکھئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو ترجمہ فرمایا ہے وہ بالکل تفاسیر کے مطابق ہے۔ جناب ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور صاحب اگر آپ نے تفاسیر کا مطالعہ کیا ہوتا تو کبھی بھی اعتراض نہ کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مطالعے کی اہلیت ہی سے آپ تہی دامن ہیں، اور عدمِ علم کا ثبوت بھی اس سے فراہم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ اعتراضات ''ترجمہ میں تحریف'' عنوان کے تحت کیے ہیں۔ پتہ چلا کہ آپ یہ جانتے ہی نہیں کہ لفظِ ''تحریف'' کا اطلاق کہاں کہاں ہوتا ہے۔ لہٰذا خوب سمجھ لیجئے کہ ترجمہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ خدا کے کلام کی ترجمانی ہے اور ترجمانی کا مقصد وضاحتِ تفہیم ہوا کرتا ہے، اور وضاحتِ تفہیم مترجم کی قرآن فہمی کی عکاسی، مگر افسوس ہے کہ آپ نے اپنی جہالت وضلالت کی وجہ سے ترجمانی کو بھی کلامِ خدا سمجھ لیا ہے۔ اب ملاحظہ کیجئے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے **الرحمٰن o علم القرآن o خلق الانسان o علمه البیان o** کی جو ترجمانی فرمائی ہے وہ تفاسیر کی روشنی میں کس قدر عیاں اور واضح ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے اس طرح ترجمہ فرمایا ہے:

''رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا''۔

دجال کے دوست کون؟ کتاب کے مصنف صاحب! آپ نے ان آیات کی اس ترجمانی کو فقط سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے مخصوص عقائد سے تعبیر کیا ہے، اور یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ یہ عقائد صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ہی کے ہیں، جو کہ سراسر کذب

ہے۔اس لیے کہ یہی عقائد اہل سنت و جماعت کے خلف وسلف سے چلے آرہے ہیں، اور یہی ترجمانی مفسرین کرام علیہم الرحمۃ نے فرمائی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ علمی کم مائیگی کے باوجود وہمِ ''من دانم'' کے شکار ہیں، اور یہی وہمِ باطل مانع مطالعہ ہے، لٰہذا زحمت گوارا کیجئے، اٹھایئے تفسیرِ خازن اور ملاحظہ فرمایئے:

''اراد بالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون لانہ علیہ السلام نبئ عن خبر الاولین والاٰخرین و عن یوم الدین''۔یعنی انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہیں سکھایا بیان، یعنی بیان ما کان وما یکون کا، اس لیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اولین وآخرین اور قیامت کی خبریں دی ہیں۔اب اٹھایئے تفسیر معالم التنزیل اور ملاحظہ فرمایئے کہ صاحبِ تفسیرِ معالم ان آیات کی کیا ترجمانی فرماتے ہیں:

''خلق الانسان ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان وما یکون''۔انسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا، انہیں بیان سکھایا یعنی ما کان وما یکون کا بیان سکھایا۔جناب! اب بتایئے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ترجمانی تفاسیر کے عین مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی بتایئے کہ کیا یہی عقائد علمائے متقدمین کے ہیں یا نہیں؟ اگر اب بھی تسلی نہ ہو تو بتایئے ان اصحابِ تفاسیر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

اسی قسم کا اعتراض پارہ ۲۶ سورۃ فتح کی ابتدائی آیات کے ترجمے پر بھی کیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ مفسرین ان آیات کی کیا ترجمانی فرماتے ہیں؟ اس لیے کہ ماسبق

اعتراضات سے معلوم ہوگیا کہ تخیلاتِ مفسرین اور تفہیمِ قرآن کو آپ کیا جانیں، کسی نے سچ کہا ہے:

؎ یوں نہ سمجھو گے تفسیرِ قرآن کو عشقِ حبیبِ خدا چاہئے

یہاں صرف اتنی وضاحت ضروری ہے کہ جس ترجمے کے درست ہونے کی تشہیر آپ کر رہے ہیں اس ترجمے سے ثابت ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نزولِ سورۃ فتح گنہگار تھے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اسی لیے تو فرمایا گیا ''تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے''۔(فتح محمد) لہٰذا اگر تم اس ترجمے کو درست مانتے ہو اور یہی ترجمانی تمہارے نزدیک درست ہے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ ثابت کیجئے؟ وما تأخر سے آپ کے زعمِ باطل نے یہ ثابت کیا کہ جو گناہ نزولِ آیت کے بعد ہوں گے ان کی معافی کا اعلان بھی قبل از صدور ہی ہوگیا۔اب جو چاہیں کریں، استغفر اللہ! استغفر اللہ!! اس غلط ترجمانی نے عصمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تار تار کیا ہے۔ثابت کیجئے کہ کیا صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے لے کر ائمہ مجتہدین تک کسی نے بھی ایسے تخیل و تفہیم کی وضاحت کی ہے جس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار ہونا ثابت ہوا ہو؟

اہلِ ایمان کے ذوق کے لیے تفسیر روح البیان کی عبارت کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ یہ مخفی نہ رہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو ترجمہ فرمایا ہے وہ نہ تو تفاسیر کے خلاف ہے اور نہ ایمان کے خلاف۔ملاحظہ فرمایئے، صاحبِ تفسیر روح البیان نے جو ان آیات کی ترجمانی فرمائی ہے:

"قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبک ای ذنب ابویک آدم و حواء ببرکتک" عطاء الخراسانی نے فرمایا کہ **ما تقدم من ذنبک** سے مراد آپ علیہ السلام کے والدین حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی خطائیں ہیں (اللہ بخشے) آپ کی برکت سے۔اور کچھ تفصیل کے بعد فرمایا "**وما تأخر..... ان اللّٰہ قد غفر جمیع ذنوب امتہ**"۔ **وما تأخر** (کے بارے میں فرماتے ہیں) بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی ساری امت کے گناہوں کو بخشا ہے۔ پتہ چلا کہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ترجمہ "تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے" بالکل درست، تفاسیر کے عین مطابق ہے۔مصنف صاحب! اب بتایئے کہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مخصوص سوچ ہے یا تمام مفسرین کی؟ جو ترجمانی مفسرین کرام نے فرمائی ہے اسے کسی فردِ واحد کی مخصوص سوچ کہنا حماقت و جہالت نہیں تو بتایئے! اور کیا ہے؟

قارئین حضرات یہاں تک تو مصنف مذکور سے تحریری مخاطبہ تھا، جس سے آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مذکور تفاسیر و تفہیم قرآن سے بالکل ہی ناواقف و اجہل ہے اور اعتراض علمائے حقہ پر کررہا ہے۔اس نے عوام الناس کو دھوکہ دینے میں وہ مقام حاصل کرلیا ہے کہ شیطان بھی عش عش پکار اٹھا ہوگا۔

"دجال کے دوست کون؟" کتاب کے مصنف کی

جہالت کا واضح ثبوت

مصنفِ مذکور نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۹/۴۰ پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فصاحت

پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی جہالت کا نا قابلِ تردید ثبوت دیا ہے۔تحریر ملاحظہ فرمایئے:

''صبغة اللّٰه و من احسن من اللّٰه صبغة o ہم نے اللہ کی رینی لی اور اللہ سے بہتر کس کی رینی ہے کنزالایمان ص۳۳ یہ ''رینی'' کون سی زبان کا فصیح لفظ ہے؟ قل لست علیکم بو کیل o ترجمہ:- میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں ہوں یہ ''کڑوڑا'' کونسی بھاشا کا فصیح لفظ ہے؟''

قارئین حضرات ! مصنف مذکور نے اس عبارت میں دو جملے استفہامیہ تحریر کیے ہیں۔ایک ''یہ 'رینی' کون سی زبان کا فصیح لفظ ہے؟'' دوسرا ''یہ 'کڑوڑا' کون سی بھاشا کا فصیح لفظ ہے؟'' واضح رہے کہ ان دونوں جملوں میں ''استفہامِ انکاری'' ہے۔یعنی مصنف نے بوجہ جہالت یہ ثابت کیا ہے کہ ''رینی'' اور ''کڑوڑا'' دونوں کسی بھی زبان کے فصیح لفظ نہیں ہیں۔اسی کو کہتے ہیں ''ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑا''۔زبان دانی سے عاری،اور ادعویٰ یہ کہ ''یہ کسی بھی زبان کے فصیح الفاظ نہیں ہیں'' تعجب ہے!!

''دجال کے دوست کون؟'' کتاب کے مصنف صاحب! کسی سُنّی بریلوی طالب علم کی شاگردی اختیار کر کے اردو زبان سیکھئے،تا کہ آپ کو اردو زبان کی وُسعت وفصاحت کا اندازہ ہو سکے۔کاش ! کہ یہ تحریر کرنے سے قبل آپ اردو زبان کی مستند لُغت ''فیروز اللغات'' کا مطالعہ کر لیتے تو کبھی اعتراض کی جرأت نہ ہوتی۔لہٰذا جناب! اب میرے مشورے سے اٹھایئے ''فیروز اللغات'' مطبوعہ فرید بکڈ پو پرائیویٹ لمیٹڈ،کھولیے صفحہ نمبر ۷۳۶ اور ملاحظہ کیجئے کہ ''رینی'' کا مطلب ''رنگ'' ہے۔اب کھولیے صفحہ نمبر ۱۰۰۷ اور ملاحظہ کیجئے ''کڑوڑا'' کے معانی ''حاکمِ اعلیٰ،افسروں کا افسر،حاکموں کا حاکم'' ہیں۔پتہ چلا

کہ ''ریتی'' اردو زبان کا فصیح لفظ ہے اور ''کڑوڑا'' بھی اردو زبان کا فصیح لفظ ہے۔ مگر آپ ہیں کہ ان کے کسی بھی زبان کے فصیح الفاظ ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ دیکھئے! اگر یہ اردو زبان کے فصیح الفاظ نہ ہوتے تو صاحبِ فیروز اللغات انہیں اپنی مرتّبہ لُغت میں درج نہ فرماتے۔ پھر یہ کہ فیروز اللغات ہر طبقہ کے اہلِ علم حضرات کے نزدیک مسلّم ہے، لہٰذا اس کے مندرجات بھی مسلّم، اور آپ نے مسلّم الفاظ سے بے خبر ہونے کے باوجود بے جا دریدہ دہنی کر کے اہلِ علم حضرات کے نزدیک اپنی جہالت کے مسلّم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اب سے اپنی زبان دانی پر غور کرنا شروع کیجئے، اور آئندہ ایسی جسارت سے باز رہئے۔

مصنفِ مذکور صاحب! اس بحث سے جہاں آپ کی علمی بے مائیگی کی وضاحت ہوئی وہاں ہی یہ بھی واضح ہوا کہ سیدی اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کا کیا کہنا! آپ علیہ الرحمۃ کی فصاحت و بلاغت کا ''زمانہ'' معترف ہے، مگر آپ ہیں کہ آنکھیں بند ہیں اور معترض بنے پھرتے ہیں۔ پھر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ: ؎ دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

قارئین حضرات! ترجمۂ کنزالایمان پر مخالف کے ہر اعتراض کا منہ توڑ جواب ناچیز نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سپردِ قرطاس کر دیا ہے، اب ان سے کہہ دیجئے کہ جناب! اب بھی ہدایت نصیب نہیں ہوئی تو لائیے اور کوئی اعتراض ہے؟ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے طالبِ خاکِ مدینہ، جانثارِ ناموسِ رسالت ہی نہیں! بلکہ سگِ کوئے مدینہ و بغداد، عاشقانِ رسول و اولیائے امت و اکابرینِ اہلِ سنت و جماعت کی بارگاہوں کا خوشہ چین غلام جواب دینے کے لیے حاضر ہے۔

انسان وبشر

مصنفِ مذکور نے اپنی کتاب ''دجال کے دوست کون؟'' کے صفحہ نمبر ۳۹ پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ایک بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے:

''خان صاحب نے ساری امت مسلمہ کے خلاف یہ عقیدہ پیش کیا تھا کہ العیاذ باللہ تمام انبیاء کرام خاص طور سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم انسان وبشر نہیں ہیں''۔

دیکھا! کس قدر دجل وفریب سے عوام الناس کو بتایا جا رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک سارے انبیائے کرام خصوصاً سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) نہ ہی انسان ہیں اور نہ ہی بشر ہیں۔ کذب بیانی کی حد کر دی!

قارئین حضرات! مفتری نے تو اپنا کام کرنا تھا، کر دیا۔ اب آپ ملاحظہ فرمالیجئے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس بارے میں کیا عقیدہ پیش فرمایا ہے؟ فرماتے ہیں:

؎ اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان کہتا ہے میری جان ہیں یہ

مطلب یہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رب ذوالجلال کی شان ہیں، یہ ایسے انسان ہیں کہ ان کے جیسا کوئی انسان نہیں ہے۔ یعنی یہ انسان ہی ہیں مگر ان کی طرح کوئی دوسرا

انسان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ پتہ چلا کہ مصنف مذکور نے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر الزام تراشی کر کے اپنے کذاب ومفتری ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

واضح رہے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر ہی مانتے ہیں، مگر اپنے جیسا بشر نہیں ''خیر البشر'' مانتے ہیں، ''افضل البشر'' مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ مانے وہ بھی کافر ہے، اور جو اپنے جیسا بشر مانے وہ بھی کافر ہے۔ خلفائے راشدین سے آج تک تمام اہلِ ایمان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ''انسان و بشر'' تو مانا ہے مگر ''اپنے جیسا بشر'' نہیں مانا۔ مصنفِ مذکور اور تمام دیوبندی برادری کو چیلنج ہے کہ اگر اس کے خلاف ہے تو دلیل دو۔ ہاں اگر **قل انمآ انا بشر مثلکم** میں قُل کے مخاطب آپ ہی ہیں تو آپ کا واویلا درست ہے۔ لہٰذا تفاسیر کا مطالعہ کیجئے، اس آیتِ پاک کے شانِ نزول ووجۂ نزول پر غور کیجئے تو معلوم ہوجائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔

مومنوں کے مددگار

مقصودِ جواب کتاب کے مصنف نے کتاب کے صفحہ نمبر ۳۳ پر لکھا ہے: ''خان صاحب نے اپنے ترجمہ کے شروع میں ''فہرست مضامین قرآن مجید'' طبع فرمائی''۔

یہ عبارت مصنف کی عدمِ تحقیق کا نتیجہ ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ فہرست سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مطبوعہ یا مرتبہ نہیں ہے بلکہ بعد کے کسی مرتب کی مرتبہ اور مطبوعہ ہے۔ اس سے قطع نظر کہ یہ کس کی مرتبہ ومطبوعہ ہے، وضاحت طلب امر یہ ہے کہ مصنف نے کتاب کے صفحہ نمبر ۳۴ پر اعتراضاً لکھا ہے:

''مومنوں کے مددگار بہت ہیں'' گویا قرآنِ کریم عرش معلیٰ سے یہ بتانے کے لیے نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ اکیلا کافی نہیں بلکہ مومنوں کو کچھ اور مددگاروں کی بھی ضرورت ہے جو بہت ہیں۔ العیاذ باللہ''۔

اس عبارت میں مصنف نے کتنی گندی سوچ کا مظاہرہ کیا ہے اور عوام الناس کو کتنی گندی ذہنیت دی ہے۔ 'مومنوں کے مددگار بہت ہیں' اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ اکیلا کافی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ (واحد) اکیلا ہے اور اکیلا ہی کافی ہے، پھر مومنوں کو کچھ اور مددگاروں کی ضرورت بھی نہیں ہے، ان تمام حقائق کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عطا سے بندے کے بچپن میں مدد کرنے کی ذمہ داری ماں پر عائد فرما دی ہے، اور اپنی عطا سے صبر اور نماز کو مومنوں کا مددگار بنا دیا اور پھر مومنوں سے حکم فرمایا ''استعینوا بالصبر والصلوٰۃ'' صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ دیکھئے صبر اور نماز سے مدد طلب کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اب بتایئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کافی نہیں؟ یقیناً کافی ہے، تو پھر اس نے صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا حکم کیوں فرمایا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایک دوسرے کا مددگار بنایا اور پھر حکم فرمایا ''وتعاونوا علی البر والتقویٰ'' اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اب بتایئے کہ کیا مدد کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ خود کافی نہیں جو مومنوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے؟۔ ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور، اس کے حواریو!، اور دجال کے دوست کون؟ کتاب کو راجوری میں تقسیم کرنے والے وہابیو! ان سوالوں کے جواب دو۔ مسلمانو! دیکھئے، اللہ تعالیٰ نے صبر، نماز، اور ہر مومن کو دوسرے مومن کا مددگار بنایا ہے، اور

پھر یہ بھی فرمایا ''انما ولیکم اللّٰہ ورسولہٗ والذین اٰمنوا'' ولی کے معنیٰ ''مددگار'' ہیں۔ملاحظہ فرمایئے ''مصباح اللغات صفحہ نمبر ۹۶۷'' ۔لہٰذا اس فرمانِ الٰہی کا ترجمہ یہ ہوا ''تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں''۔جناب اب بتایئے! کیا مومنوں کے مددگار بہت نہیں ہیں؟ واضح رہے کہ استعانت خواہ بواسطہ ہو یا بے واسطہ ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔حقیقی مستعان وہی ہے باقی (انبیاء،اولیاء) آلات و خدام واحباب وغیرہ عون الٰہی کے مظہر ہیں، بندے کو چاہئے کہ اس پر نظر رکھے اور ہر چیز میں دستِ قدرت کو کارکن دیکھے اور یقین جانے کہ مقربان حق کی امداد ،امدادِ الٰہی ہے،استعانت بالغیر نہیں۔

دور سے سُننا، دیکھنا اور مدد کرنا

حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹیوں کی وادی میں داخل ہونے کے لیے ابھی تین میل کا سفر باقی تھا کہ ''قالت نملة یآ ایھا النمل ادخلوا مسٰکنکم ج لا یحطمنکم سلیمٰن و جنودہ وھم لا یشعرون ٥فتبسم ضاحکا من قولھا'' ۔ایک چیونٹی (چیونٹیوں کی ملکہ) بولی اے چیونٹیو! اپنے رہنے کی جگہوں میں داخل ہو جاؤ،سلیمان اوران کالشکر تمہیں بے شعوری میں کچل نہ ڈالے،تو وہ (سلیمان علیہ السلام) اس کی بات پر مسکرا پڑے۔(سورۃ النمل آیت ۴۰) پتہ چلا کہ سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز کو تین میل کی دوری سے سُن لیا۔مزید یہ کہ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہٗ خطبہ فرماتے ہوئے کئی میل دور نہاوند میں ہونے والے حق و باطل کے معرکے کے حالات مدینہ طیبہ سے ملاحظہ فرما

رہے تھے، لہٰذا دشمن کو لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھ کر امیرِ لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا "**یا ساریة الی الجبل**" اے ساریہ پہاڑ کی جانب (متوجہ ہو)۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے یہ سُنا اور پہاڑ کی جانب متوجہ ہوئے اور دشمنانِ اسلام سے اپنا دفاع فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا، خدا کی عطا سے دور سے سُنتے، دیکھتے اور مدد بھی فرماتے ہیں، **ولکن الوهابية قوم لا يعقلون**۔

سبز عمامہ شریف

دجال کے دوست کون؟ کے مصنف نے کتاب کے آخری صفحات میں مکارانہ انداز سے سبز عمامے کو دجالی لشکر کی پہچان ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"اصفہان یا اصبہان کے ستر یہودی دجال کے پیرو ہوں گے اسی روایت کے آخر میں ہے "**عليهم الطيالسه**"، یعنی ان پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔ یہ سبز رنگ کی چادریں عمامہ و پگڑی کی شکل میں بھی ہوسکتی ہیں، جس کا ترجمہ ہوگا کہ ان یہودیوں پر "ہری پگڑیاں ہوں گی"۔ (صفحہ نمبر ۱۲۴)۔

دیکھئے اس عبارت میں کتنے مکروفریب سے اہلِ ایمان کو دجال کے لشکری ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے "**عليهم الطيالسه**" ان پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔ مصنف کہتا ہے کہ "یہ سبز رنگ کی چادریں عمامہ و پگڑی کی شکل میں بھی ہوسکتی ہیں"۔ یہ مصنف کا وہم باطل ہے، اور اپنے وہمِ باطل کو

درست ثابت کرنے کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالیشان کے اصل مفہوم میں تحریفِ محض ،اور زبردست جسارت ہے ۔اس قسم کی جسارت ذرہ برابر بھی صاحبِ ایمان ہرگز نہیں کرسکتا۔اس لیے کہ ہر ایمان والے کے سامنے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان بھی موجود ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من كذب على متعمدا فليتبوء مقعده من النار''۔

''سبز رنگ کی چادر'' کا ترجمہ ''سبز رنگ کی پگڑی'' کرنا کذب ،بد دیانتی اور دجل وفریب ہے۔اب مصنف مذکور سے پوچھا جائے کہ بتائیے! کیا ''سبز رنگ کے عمامہ وپگڑی'' کے لیے''**الطیالسه**''(سبز رنگ کی چادریں) کے سوا اور کوئی لفظ عربی میں نہیں ہے یا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ ''سبز رنگ کے عمامے'' کی وضاحت کے لیے کوئی واضح لفظ یاد نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے''**الطیالسه**''(سبز رنگ کی چادریں) سبز رنگ کی پگڑیوں کے لیے استعمال فرما دیا؟اور پھر چودہ سو سال کے بعد دیو بند کے مایہ ناز سپوت آپ پیدا ہوئے جو کہ''**الطیالسه**'' کا ترجمہ اپنی رائے سے کھینچ تان کر''یہ سبز رنگ کی چادریں عمامہ وپگڑی کی شکل میں بھی ہوسکتی ہیں'' کر رہے ہیں،اوراس قسم کی جاہلانہ رائے جو کہ تمہارے نزدیک بھی یقینی نہیں ، بلکہ شک ووہم ہی ہے قائم کر کے کسی مسلمان کو''دجالی'' کہنا اور اس طرح اسلام سے خارج اور اسلام مخالف قرار دینا کون سا دین اور کون سی دینداری ہے؟

مصنف صاحب! آپ نے لکھا ہے کہ''**علیهم الطیالسه**'' (ان پر سبز رنگ کی چادریں ہونگی) کا ترجمہ ہوگا کہ...''...ہری پگڑیاں ہوں گی''۔لہٰذا بتائیے یہ ترجمہ جس کی

پیشین گوئی آپ فرما رہے ہیں، کب ہوگا ؟اور یہ بھی بتائیے کہ اس پیشین گوئی کو آپ مغیبات میں شمار کرتے ہیں یا مکاشفات میں؟ حالانکہ ان دونوں سے آپ انکاری واعتقاداً عاری۔ پھر''ہوگا''یعنی ہے نہیں بلکہ''ہوگا'' کے کیا معنی؟ فقط دجل وفریب،عیاری ومکاری، کذب بیانی ووہم پرستی،اور حقیقت کو مسخ کرنے کا خمار۔

قارئینِ کرام! مصنف مذکور نے''دجالی لشکر کی ہری پگڑیاں'' عنوان کے تحت دجالی لشکر کی ہری پگڑیوں کے ثبوت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث شریف پیش کی ہے،جس کو سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیهم السیجان''۔

میری امت کے ستر ہزار لوگ دجال کے پیرو بن جائیں گے،ان کی پہچان یہ ہوگی ان پر السیجان ہوگی۔اور ساتھ ہی مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''مشہور ومعروف عالم محدث علامہ علی قاری الحنفی مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ میں اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں،سیجان یہ ساج کی جمع ہے جیسے تاج کی جمع تیجان آتی ہے،اس کے معنی ہیں ہری چادریں اور منقش چادریں''۔

(دجال کے دوست کون؟ صفحہ ۱۲۵ بحوالہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵)۔

دیکھئے! حضرت علامہ علی قاری نے وضاحت فرمائی کہ ''**السیجان**'' کا مطلب ''ہری اور منقش چادریں'' ہے۔اس حقیقت ووضاحت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب میں حوالہ تحریر کرنے کے باوجود مصنف مذکور''**السیجان** ''کا ترجمہ''ہری پگڑیاں'' کررہا ہے۔کیا یہ

جہالت وضلالت و ہٹ دھرمی نہیں ہے؟ اس قسم کی ہٹ دھرمی جناب ملا علی قاری علیہ الرحمۃ پر علمی فوقیت ثابت کرنے کے مترادف ہے جو کہ یقیناً بد تہذیبی ہے۔

مصنف مذکور نے اپنے دجل وفریب اور عیاری و مکاری کو درست ثابت کرنے کے لیے کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۶ پر آخری جست لگاتے ہوئے لکھا ہے:

''نوٹ: **الطیالسہ یا السیجان** (ہری چادروں) کا ترجمہ ہری پگڑیاں اس لیے کیا جاتا ہے چونکہ یہی روایت مسند احمد حدیث نمبر ۱۳۲۷۷ **التیجان** کے لفظ میں آئی ہے یعنی ان کے سروں پر ہرے تاج ہوں گے اور چادروں کے ہرے تاج کا مطلب ہری پگڑیاں ہی ہے''۔

اس عبارت میں عوام لناس کو دھوکہ دیتے ہوئے ذی علم حضرات کے سامنے مصنف نے جس جہالت کا ثبوت دیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ دجال کے دوست کون؟ کے مصنف صاحب! ایسی احمقانہ وجاہلانہ ومکارانہ تحریروں سے آپ عوام الناس کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر ذی علم حضرات آپ سے پوچھتے ہیں کہ بتایئے کیا ''**التیجان**'' کا مطلب ''ہرے تاج'' ہے یا صرف ''تاج''؟ ''**التیجان**'' کا جو آپ نے ترجمہ کیا ہے اس میں ''ہرے'' کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ جواب دیجئے۔ کیا تمہارے کہنے سے، تمہارے زور دینے سے، اور تمہاری ہٹ دھرمی سے ''**التیجان**'' کے معنی ''تاج'' سے بدل کر ''ہرے تاج'' اور ''**الطیالسہ**'' کے معنی ''ہری چادروں سے بدل کر ''ہری پگڑیاں'' ہو جائیں گے، جس سے آپ اپنا مدعائے باطل ثابت کرنے میں کامیاب ہوں گے؟۔

حضرات! ''**التیجان**'' کا ترجمہ ہرے تاج کرنا دجل وفریب اور کذبِ فحش

ہے۔ جو زمانے کا ایسا کذاب و دجال ہو وہ کتاب لکھے ''دجال کے دوست کون؟ حیرت بالائے حیرت ہے۔

واضح رہے کہ بعض غلامانِ مصطفیٰ نے اگر سبز عمامے پہننا شروع کر دیا ہے تو وہ محض گنبدِ خضریٰ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے، گنبدِ خضریٰ کی یاد میں اور گنبدِ خضریٰ کے حسین تصور میں مستغرق ہو کر پہنتے ہیں۔ اگر بالفرض کوئی دوسرا بھی سبز پگڑی پہنتا ہے یا پہنے گا تو وہ جانے! گنبدِ خضریٰ کے حسین تصور میں مستغرق ہو کر سبز عمامے سجانے والے اور اعدائے دین اگر بالفرض سبز پگڑی پہن لیں تو ہرگز غلامانِ مصطفیٰ کے برابر نہیں ہو سکتے۔ دیکھئے! غلامانِ مصطفیٰ بھی ڈاڑھی رکھتے ہیں اور اغیار کا ایک گروہ بھی ڈاڑھی رکھتا ہے۔ ڈاڑھیاں تو دونوں کی ہیں مگر دونوں کی ڈاڑھیاں برابر نہیں ہیں۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ (غلامانِ مصطفیٰ) ڈاڑھی رکھتے ہیں احیائے سنت کے لیے، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین تصور میں، جبکہ اغیار اس سے خالی۔ گر عاقلی فرق کن میانِ ایں و آں!! لہٰذا اگر کوئی ثیابی وصوری مناسبت سے اہلِ حق واہلِ باطل کو برابر سمجھے، کہے یا لکھے تو وہ یقیناً اجہل، احمق، اضل واذل ہے۔

دجال کے دوست کون؟ کتاب کے

مصنف کا ایک اور کذب

کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۰ پر مصنف نے لکھا ہے: ''ایک طرف تو یہ فرقہ بدعات وخرافات میں بلکہ شرک میں لت پت ہونے کے باوجود الٹا پوری ملتِ اسلامیہ کو کافر کہتا ہے''۔

قارئین حضرات! اس عبارت میں مصنف نے بڑے دجل وفریب و کذب بیانی سے اہل سنت و جماعت پر دو سنگین الزام لگائے ہیں: ا: بدعات و خرافات اور شرک میں لت پت۔ ۲: پوری ملت اسلامیہ کو کافر کہنا۔

لہٰذا میں مصنف اور مصنف کے حواری دیو بندی وہابیوں کو کہتا ہوں کہ جناب! اپنے دیرینہ رٹے رٹائے الفاظ مت دہرایئے، میدان میں آیئے اور ہم میں بدعات و خرافات اور شرک کو ثابت کیجئے۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں   تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

مگر:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے   یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

گذشتہ اوراق میں تفصیل سے ثابت کر دیا گیا ہے، اور اب بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ نہ ہمارے اکابرین نے اور نہ ہی ہم میں سے کسی نے ملتِ اسلامیہ کے کسی فرد کو کافر کہا ہے اور نہ ہی کہہ سکتے ہیں، اس لیے کہ جو کسی مسلمان کو بلا حکمِ شرعی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ ہاں ہمارے اکابرین نے ان کو کافر کہا ہے جن کو کافر کہنا حق بجانب و ضروری تھا اور اس کا اعتراف اکابرین دیوبند کو بھی ہے جس کی وضاحت گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔

مصنف نے مندرجہ بالا عبارت میں جہاں کذب بیانی سے اپنے آپ کو کذاب ثابت کیا ہے وہاں ہی ایک زبردست خیانت یہ کی ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت کو جسے سوادِ اعظم کہا جاتا ہے "فرقہ" لکھ کر عوام الناس کو اپنے فریب کے جال میں پھنسانا چاہا ہے۔ لہٰذا واضح رہے کہ اہلِ سنت و جماعت فرقہ نہیں بلکہ سوادِ اعظم (سب سے بڑی

جماعت) ہے،اورسرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کاارشادِگرامی ہے ''**اتبعو السواد الاعظم من شذ شذ فی النار** '' سوادِاعظم (سب سے بڑی جماعت) کی اتباع کروجو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں جاپڑا۔

حقانیت کی دلیل

اکابرینِ دیوبند نے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور جمیع بریلوی حضرات کو ہرگز کافرنہیں کہا ہے۔اس لیے کہ کافر اسے ہی کہاجاتا ہے جوعندالشرع کافرہو۔ملاحظہ فرمایئے قصص الاکابر مطبوعہ لاہور صفحہ نمبر ۲۵۲:

''ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلوی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو ہوجائے گی یا نہیں؟ فرمایا حکیم الامت تھانوی صاحب نے ''ہاں'' (ہوجائے گی) ہم ان کو کافرنہیں کہتے اگرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں''۔اب ملاحظہ فرمایئے !ملفوظات محدث کشمیری مطبوعہ ملتان صفحہ نمبر ۶۹ اورحیات انورشاہ صفحہ نمبر ۳۲۳:

''مختار قادیانی نے اعتراض کیا کہ علمائے بریلوی علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور علمائے دیوبند علمائے بریلوی پر۔اس پر (انور) شاہ صاحب (کشمیری) نے فرمایا، میں بطورِوکیل تمام جماعتِ دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند ان (بریلویوں) کی تکفیرنہیں کرتے''۔

دیکھئے حضرات !تمام دیوبندی وہابی آج تک اپنے اکابرین کے ان ہی اقوال پر

عامل تھے، اور عامل ہیں۔ اس لیے کہ اپنے اکابرین کی وساطت سے یہ سب جانتے ہیں کہ ''**ما انا علیه و اصحابی**'' (حدیث) کے مطابق یہ جماعت قطعی جنتی ہے۔ اسی لیے تو تھانوی صاحب نماز میں بریلوی حضرات کی اقتداء کو درست قرار دے رہے ہیں، اور ماضی قریب کے محدث دیوبند تمام جماعت دیوبند کی جانب سے بطور وکیل عدمِ تکفیر کا بیان دے رہے ہیں۔ تھانوی صاحب سے لے کر محدث دیوبند (کشمیری) تک تمام علمائے دیوبند نے بریلوی حضرات کی تکفیر اس لیے نہیں کی کہ وہ تمام جانتے تھے کہ قطعی جنتی کی تکفیر کرنا موجب کفر ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر میں یہ کہتا ہوں کہ ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نیا ہی پیدا ہوا ہے۔ جس نے اپنے اکابرین کی روش سے روگردانی کر کے علمائے اہل سنت کے خلاف مقصودِ جواب کتاب میں ایسی بدتمیزی، بدکلامی، بدعنوانی کا مظاہرہ کیا ہے جو کہ اکابرینِ دیوبند کے نزدیک بھی قطعاً جائز نہیں، بلکہ کفر ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر محمد عرفان خان/ شاہد سرور نے جب ''دجالی لشکر'' یا ''دجال'' کہہ کر مسلمانوں کی تکفیر کی تو وہ اپنے ہی اکابرین کے نزدیک بھی کافر ہوا۔ اب میں موصوف سے پوچھتا ہوں کہ بتائیے تمہارے نزدیک اکابرین دیوبند کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو بریلوی حضرات کی تکفیر کو موجب کفر سمجھتے تھے؟ اب سارے عوام وخواص دیوبند سے پوچھتا ہوں، جناب بتائیے تمہارے نزدیک تھانوی صاحب، انور شاہ کشمیری صاحب اور جمیع اکابرین دیوبند حق پر ہیں یا ''دجال کے دوست کون؟'' کتاب کا مصنف حق پر ہے، جس نے تمام اکابرینِ دیوبند کے فتوے کے خلاف ایک زبردست جسارت کر کے اپنے ہی اکابرین کو کفر کی دہلیز پر لا کھڑا کر دیا ہے۔

واضح رہے کہ ملتِ اسلامیہ اہل سنت و جماعت کے سوا تمام فرقے گمراہ بد

مذہب اور جہنمی ہیں، اس لیے کہ مُخبرِ صادق، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''سنتانِ و سبعون فی النار وواحد فی الجنة'' (مسلم) بہتّر جہنمی اور ایک جنتی ہے۔ لہٰذا ان گمراہ، بد مذہب اور جہنمی فرقوں کے علماء کی اقتداء میں مسلمانانِ عالم اہل سنت و جماعت کی نماز ہرگز درست نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی صحیح العقیدہ سُنّی ہرگز ان کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرتا ہے۔ اس کے برعکس زیرِ امامت ائمہ اہل سنت و جماعت مساجد میں دیوبندی وہابی، اہلِ حدیث، غیر مقلد، رافضی وغیرھم سب ہی آتے ہیں، اور علمائے اہل سنت و جماعت (بریلوی حضرات) کی اقتداء میں نماز ادا کر لیتے ہیں۔ پتہ چلا کہ ان سب کے نزدیک اہل سنت و جماعت اعتقاداً و عملاً ہر لحاظ سے قابلِ امامت ہیں، اور نماز ان کی اقتداء میں درست ہے۔ یہ مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی نا قابلِ تردید دلیل ہے۔

آخری بات

الحمدللہ! ''دجال کے دوست کون؟'' کتاب میں کیے گئے ہر اعتراض کا جوابِ باصواب دیا گیا، اور آئندہ بھی بفضل اللہ تعالیٰ وبعطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منکرین ومعاندین کے ہر اعتراض کے جواب کے لیے تا زیست مستعد ہوں۔ اب آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ کتاب (دجال کے دوست کون؟) کی بعض عبارتوں سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مصنفِ کتاب کوئی صوبہ جموں (ضلع راجوری) ہی کا باشندہ ہے۔ مگر اس نے اپنے آپ کو مستور رکھ کر ''الدکتور محمد عرفان خان و شاهد سرور'' فرضی اسماء سے کتاب کو منسوب کیا ہے۔ قیام مدرسہ بورڈ کے بارے میں علمائے اہل سنت کی کوششوں پر ''دجال

کے دوست کون؟'' کے مصنف کا شدید اعتراض اور نکتہ چینی اس دعوے کی روشن دلیل ہے، جو کہ بیشتر ذی علم و ذی شعور حضرات کے گمان کے عین مطابق ہے۔اگر یہ امرِ واقعی ہے تو ''دجال کے دوست کون؟'' کے مصنف صاحب! بتایئے! کیا ہمت وجرأت اسی کا نام ہے؟ نکتہ چینی، دریدہ ذہنی، کذب بیانی، دجل وفریب، مکاری وعیاری اور اعتراضاتِ بے جا بامِ عروج پر اور منہ چھپاتے پھر رہے ہو فرضی اسماء و فرضی رجال کے دامن میں۔آپ کے لیے اس سے بڑھ کر کذاب و مفتری اور دجال ہونے کا کون سا ثبوت عوام و خواص کے سامنے رکھا جائے۔تحقیقات بذریعہ مخصوص خفیہ کمیٹی جاری ہو چکی ہیں، حقائق مبینہ دلائل کے ساتھ موصول ہونے پر انشاء اللہ تعالیٰ ''مفتری کا چہرہ بے نقاب'' عنوان کے تحت ایک نفیس مضمون قارئین کی نذر کیا جائے گا۔

اب آخر میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے کسی نہج سے بھی کتاب ہٰذا کو منظرِ عام پر لانے میں راقم کی استعانت فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے، راقم کی اس کاوش کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل قبول فرمائے، اور ایمان کے تمام لٹیروں سے اہلِ ایمان کو محفوظ فرمائے۔

آمین بجاه النبی الکریم الامین صلی الله علیه وسلم۔